میر عشق مرحوم کے نایاب مرثیوں کا مجموعہ

آثارِ عشق

جلد اوّل

مرتبہ

حضرت مہذب لکھنوی

قیمت غیر مجلد دو روپیہ

مراثی میر

اُردو شاعری کے مسلم الثبوت استاد میر تقی میرؔ مرحوم نے اپنی زبان اور اپنے زمانے کے مروجہ انداز میں دیگر با اعتقاد شاعروں کی طرح مرثیہ گوئی کے میدان میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ کافی مرثیے موجود ہیں جو اب تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہو سکے اور مرحوم کا مطبوعہ کلیات اس بیش بہا ذخیرے سے ابھی تک خالی ہے۔ میرؔ کے کلام کو تعریف کر کے پیش کرنا آفتاب کی گرمی کا تذکرہ کرنا ہے ظاہر ہے کہ شاہراہ شاعری کے اس با اعتبار رہنما نے اس موضوع پر بھی جو کچھ کہا ہوگا وہ ہماری تعریف سے بالاتر ہی ہوگا۔ انجمن محافظ اُردو کو اپنی خوش قسمتی سے یہ قابل قدر ذخیرہ ایک پر خلوص ہمدرد انجمن سے بغرض اشاعت دستیاب ہو گیا ہے جس کی کتابت شروع کرا دی گئی ہے اور انجمن انشاء اللہ ان جواہر ریزوں کو عوام کے مطالعہ کے لئے شائع کر کے اُردو ادب میں ایسا بیش بہا اضافہ کرے گی جو اُردو ادب میں تاریخی حیثیت سے بھی نہایت اہم ہوگا۔ اور شاعرانہ دلفریبیوں میں بھی اپنی نظیر آپ ہی ہوگا۔ یہ زریں اشاعت انجمن کی ماہوار اشاعتوں سے علیحدہ ہوگی جس کی قیمت کا اعلان آئندہ کیا جائے گا۔ خریداری کا ارادہ رکھنے والے حضرات دفتر انجمن کو قبل از وقت مطلع فرما دیں تو بہتر ہوگا۔ تاکہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار نہ کرنا پڑے۔

منیجر انجمن محافظ اُردو بک ڈپو منصور نگر شیا محل لکھنؤ

عالیجناب حاجی
راجہ سید احمد علی خاں صاحب بہادر سلیم پور

انجمن محافظ اردو لکھنؤ کی گیارھویں خدمت

اور

ماہانہ سلسلۂ اشاعت کی نویں کڑی

آثار عشق

جلد اوّل

مرتبہ

حضرت مہذب لکھنوی

صدر انجمن محافظ اردو

شائع کردہ

سید حسن الکمال لکھنوی

سکریٹری انجمن محافظ اردو

قسط ماہ اگست ۱۹۵۱ء

سرفراز قومی پریس ناداں محل لکھنؤ

قیمت فی جلد صرف دو روپے

فہرست مراثی آثار عشق (جلد اول)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جس کو ہے اندیشۂ امروز و فردا ساتھ ساتھ
حل ہیں اُس کے مشکلاتِ دین و دنیا ساتھ ساتھ

یوں تو انجمن محافظ اُردو (لکھنؤ) کو اودھ کے اکثر راجگان و تعلقداران عالیشان کی ہمدردی و توجہ کا شرف حاصل ہے لیکن ان میں بعض شخصیتوں کو اپنی مخصوص عنایتوں کی وجہ سے جو اشرفیت و افضلیت حاصل ہے اُس سے متاثر ہو کر ہم کو بھی اپنی فرض شناسی کا احساس ہوتا ہے اور اگرچہ ہم اپنی محدود حیثیت کے پیش نظر کسی خدمت کے لائق نہیں تاہم اسکے بغیر دل نہیں مانتا کہ اپنے سچے اور پرخلوص جذبات کو صداقت آمیز شکر گذاری کے الفاظ کا جامہ پہنا کر بطور نذر پیش کریں۔

اس سلسلہ میں ہمارے پیش نظر اس وقت صرف ایک ذات عالیجناب الحاج راجہ سر سید احمد علی خاں صاحب بہادر علوی دام اقبالہ (سی، بی، ای۔ او، بی، ای۔ ایم، پی، ای نائٹ) کی ہے جن کا نام نامی ہماری انجمن سے بحیثیت ایک سرپرست کے وابستہ ہے۔

ممدوح موصوف کی ذات گرامی ہماری مدح سرائی کی محتاج نہیں۔ ہندوستان کی بیدار آبادی کا گوشہ گوشہ آپکے نام اور آپکے کام دونوں سے بخوبی واقف ہے۔

خدمات ملکی کا جہاں تک تعلق ہے آپ برطانوی عہد میں اپنے صوبہ کے وزیر تعلیم رہے نیز وائسرائے کی کونسل کی ممبری کے فرائض بھی نہایت کامیابی کے ساتھ انجام دیے۔ زندگی کا اکثر و بیشتر حصہ سیاسیات ہی میں صرف ہوا۔

آپکے قومی سیاست میں امتیاز کی ادنی دلیل یہ ہے کہ آپ مسلم لیگ کی صدارت پر فائز رہے اسکے علاوہ جہانتک قومی خدمات کا مزید تعلق ہے اوسکی طویل فہرست پیش کرنا ہمارے امکان سے باہر نیز ضرورت وقت کے منافی ہے، یہاں اس کا اجمالی ذکر صرف اسی قدر مناسب

معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے احسانات قوم پر ظاہر و باطن ایسے ہیں جن کا احساس جاننے والوں کے دلوں سے مرتے دم تک فنا نہیں ہو سکتا اور کیا عجب ہے کہ آئندہ نسلیں بھی اُن تذکروں کو شوق کے کانوں سے سنیں اور قدر کی نگاہوں سے دیکھیں۔

ممدوح کی تعلیم انگریزی میں اعلیٰ مدارج تک ہوئی اور آپ کو انگریزی پر کافی عبور اور اس میں کامل دستگاہ ہے لیکن جو چیز ہمارے فخر و انبساط میں اضافہ کرتی ہے وہ یہ ہے کہ موصوف کو علوم مشرقیہ میں جو دستگاہ حاصل ہے وہ آپ کو اپنے ہمچشموں میں ایک نمایاں مرتبہ دیے ہوئے ہے بالخصوص آپکی عربی استعداد میں کسی کو کوئی کلام نہیں آپ کا کتب خانہ علوم مشرقیہ کی نادر و نایاب کتابوں کے لحاظ سے اودھ کے کتب خانوں میں خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

مذہبی معاملات میں آپ کی دلچسپی قابلِ تقلید ہے۔ آپ کو عبادتِ الٰہی سے بہت شوق ہے اور ادائے واجبات کی پابندی نیز تعقیبات و مُستحبات کی زیادتی ایک قابلِ تقلید مثال کی حیثیت رکھتی ہے۔ عزاداری میں آپ کا انہماک بھی انتہائی خلوص و عقیدت پر مبنی ہے سلیم پور کا عشرۂ ثانی (۵ ۲ صفر لغایت ۵ ربیع الاول) خاص طور پر اہمیت رکھتا ہے۔ عام مہمانداری ہوتی ہے، باہر کے مہمانوں کے لیے قیام و طعام نیز آمد و رفت کے کرایہ کا انتظام ریاست کی جانب سے ہوتا ہے دن کی مجلس میں مرثیہ خوانی اور شب کو حدیث خوانی ہوتی ہے جس میں ممتاز ذاکرین پڑھتے ہیں۔ ہر پنجشنبہ کو نیز ولادت و وفات معصومین علیہم السلام کی تاریخوں میں بھی مجلسیں اور محفلیں ہوتی ہیں اور شب عاشور جناب راجہ صاحب ممدوح قرب و جوار کی بستی میں دورہ کر کے غریب تعزیہ داروں کے خلوص عزاداری کی ملاحظہ فرماتے ہیں اور بلا امتیاز مذہب و ملت تعزیوں پر نذریں چڑھاتے ہوئے گذرتے ہیں جس سے لوگوں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ ۱۵ شعبان کو قصیدہ خوانی کی ایک محفل بھی ہوتی ہے جو اپنی شان و شوکت کے اعتبار سے ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔ بیرونجات کے شعراء خاص طور پر مدعو کیے جاتے ہیں جن سے محفل کی شان میں کافی اضافہ ہو جاتا ہے۔

جناب راجہ صاحب ممدوح کو خدا نے دو صاحبزادیاں عطا فرمائی ہیں۔ بڑی صاحبزادی کنور سید اعجاز علیخاں صاحب دام فیوضہم رئیس جانسٹھ (ایم، ایل، سی) کو منسوب ہیں اور چھوٹی صاحبزادی سید محمد سبطین صاحب زیدی کو منسوب ہیں جو ریاست سلیم پور ہی کے باشندے ہیں۔

جناب راجہ صاحب بہادر دام اقبالہ کی عمر اسوقت تخمیناً ساٹھ سال کی ہوگی۔ ابتدائی دور حیات میں زیارت عتبات عالیات سے مشرف ہوئے تھے اور ابھی چند سال ہوئے کہ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے ہیں۔ اسی زمانہ کی تصویر ہم نے اس کتاب کی ابتدا میں شایع کی ہے جس کو جناب راجہ صاحب موصوف نے اپنی پسند کے مطابق دیگر تصاویر میں منتخب کر کے ہم کو مرحمت فرمایا جس کے لیئے ہم ممدوح موصوف کے دل سے شکر گذار ہیں۔

مذکورۂ بالا حالات کی فراہمی میں ہم کو سید شہنشاہ حسین صاحب رضوی (ریسبر کامل) مختار عام ریاست سلیم پور سے بھی بہت کچھ مدد ملی ہے جس کے لیئے ہم اُن کے شکر گذار ہیں

جناب راجہ صاحب بہادر دام اقبالہ کی مخصوص سرپرستی جس کا شرف انجمن محافظ اردو کو حاصل ہے اس کے اظہار و اعتراف کی غرض سے

میں بحیثیت صدر انجمن محافظ اُردو اپنی اس مخصوص اشاعت مُسمّٰی بہ آثارِ عشق کو محسن زبان و مُربّیِ اہلِ زبان راجہ سر سید احمد علیخاں صاحب علوی دام اقبالہٗ راجہ آف سلیم پور کے نامِ نامی سے معنون کرتا ہوں

سید محمد میرزا مہذب

باسمہٖ سبحانہٗ

دیباچہ

بندشوں میں رہگذارِ عشق کی دل شاد ہے
گو زباں پابند ہے، فکرِ رسا آزاد ہے

اس بات سے شاید دنیا کے کسی صاحبِ عقل کو انکار نہ ہوگا کہ ہر پابندی سے اختیار اور ہر قید سے آزادی بہتر ہے لیکن ہماری دنیا کا نظام اس اصول پر قائم ہے کہ بغیر استثنیٰ کے کوئی کلیہ اپنے وجود پر فخر نہیں کرسکتا بنابراں ہم دیکھتے ہیں کہ مذکورہ کلیہ بھی اس قید سے آزاد نہیں لیکن دیگر کلیات دمستثنیات کے مقابلہ میں ہم کو اس جگہ یہ خیال ضرور گذرتا ہے کہ کیا مُبارک ہے وہ پابندی جس کے سامنے اختیار ہیچ نظر آتا ہو اور کیسی دلفریب ہے وہ قید جس کے مقابلہ میں آزادی حقیر معلوم ہوتی ہو۔

اس سلسلہ میں سب سے اہم اور تکلیف دہ قید جس کے مقابلہ میں آزادی کی طرف کبھی رغبت نہیں ہوتی وہ قیدِ حیات ہے۔ سوائے خاص مواقع کے یا سوائے خدا کے خاص بندوں کے کسی میں یہ ولولہ نظر نہیں آتا کہ اس عارضی قیدِ حیات کے مقابلہ میں ابدی دورِ نجات کی دل سے تمنا کرتا ہو۔ انسان پر اس قید میں کیسی کیسی سختیاں پڑتی ہیں لیکن وہ اُن کو برداشت کرتا ہے اور کبھی آزادی کی آرزو دل میں پیدا نہیں ہونے دیتا، کیسی کیسی آفتیں ڈھاتی ہیں لیکن وہ اُن کو جھیلتا ہے اور اس قید سے رہائی کا خیال بھی نہیں لاتا۔ شکوہ کرتا ہے مگر حد سے نہیں گذرتا، بھوکوں مرتا ہے مگر موت کی طرف رُخ نہیں کرتا۔

دوسری نازک ترین قید جس کے مقابلہ میں آزادی ٹھوکریں کھاتی نظر آتی ہے وہ قید مذہب ہے۔ اس مسئلہ میں بھی شاید کسی کو اختلاف نہ ہوگا کہ دنیا کا ہر مذہب والا اپنے مذہب کی قید کو ایسا عزیز رکھتا ہے کہ اوس کو اس قید سے آزادی کا مشورہ دینا تک گویا اس سے دشمنی مول لینا ہے۔

ہم نے اپنے بیان میں قید حیات کو صرف اسوجہ سے مقدم کیا کہ اس قید میں رہنے کو انسان تو جس حد پر پسند کرتا ہے وہ ہے لیکن حیوان تک باوجود عقل نہ رکھنے کے اپنی قید حیات کی لذتوں سے آشنا نظر آتے ہیں اور اُس سے رہائی کو اللہ جانے کیا سمجھتے ہیں اور کیونکر سمجھتے ہیں کہ اس سے بچنے کی کوشش سے غافل نہیں ہوتے اور اگر اس خصوصیت سے قطع نظر کر لی جائے اور صرف انسان ہی کے جذبات پیش نظر رکھکر فیصلہ کیا جائے تو ہم کو ماننا پڑے گا کہ قید مذہب کی دلفریبیاں قید حیات سے کہیں زیادہ بڑھی ہوئی ہیں اس لیے کہ صرف مذہب ہی وہ چیز ہے جس کے سامنے زندگی سے ہاتھ دھو لینا بھی گوارہ ہو جاتا ہے بلکہ مذہب کے دیوتا پر جان سی عزیز چیز کو بھینٹ چڑھا دینا فرض سمجھا جاتا ہے

تیسری دلکش و دلفریب قید، قید نظم ہو سکتی ہے اور یہ قید اول الذکر دونوں قیدوں سے بہت مختلف نظر آتی ہے۔ قید حیات، ذخیرۂ افکار و مجموعۂ تکلیفات کا دوسرا نام ہے اور قید مذہب، ظاہری لذّات دنیا سے روگردانی اور دلخواہ کیفیات زندگی سے محرومی کی رنگین تصویر ہے لیکن نظم کی قید، وہ قید ہے کہ جس جس قدر اس کی سختی بڑھتی جاتی ہے اوسی اوسی قدر اوس کی دلکشی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے نثر کی با اختیار آزادیوں کے مقابلہ میں نظم کی روح پرور پابندیاں کہیں زیادہ خوشنما اور دلکش معلوم ہوتی ہیں۔ ردلیف، قافیہ اور وزن کی پابندیوں کے ساتھ ساتھ مناسبت الفاظ کی فکر، حفظ مراتب کا خیال، پامال راہوں سے علیحدگی کی کوشش، جدّت و تازگی پیدا کرنے کا ولولہ، غرض

ایسی ہی بیشمار مشکلوں کو طے کرکے نظم کے جانفزا و دلکش گلزار کی نشو و نما ہوتی ہے لیکن تیاری و آراستگی کے بعد اس باغ کی لطافت کا اندازہ کچھ دل والے ہی کر سکتے ہیں۔ گلزارِ نظم کی شادابی کا محض نظارہ دنیادی غموں کا پُرتاثیر علاج اور روحانی کادشوں کا بےنظیر تریاق ثابت ہوتا ہے۔ وہی زباں زدِ خلائق الفاظ جن کی طرف روزمرّہ کی گفتگو میں کبھی توجہ بھی نہیں ہوتی، اپنے برمحل استعمال، اپنی مستحق جانشینی اور اپنی دلدوز تراش خراش سے تیر و نشتر کا کام کرنے لگتے ہیں۔ غرض احساسات و جذبات منتخب الفاظ کی صورت میں بدل کر اور منتخب الفاظ قیدِ نظم کی زنجیروں میں جکڑ کر ایسے دلگداز و جاں نواز ہو جاتے ہیں کہ ہزار بہاریں اونکی شگفتگی پہ صدقے، اور ہزار آرائشیں انکی آراستگی پہ نثار۔

نظم کی قید اگر صحیح اصول اور حقیقی معرفت کے ساتھ اٹھائی جائے تو وہی خود اتنی گرانبار و خونفشار ہوتی ہے کہ اپنے سامنے دنیا و مافیہا سے بیخبر کر دیتی ہے چہ جائیکہ اس قید میں کسی مزید قید کا اضافہ! اس موضوع کے تحت میں ہمارے پیش نظر ایک ذات سید حسین میرزا صاحب عشقؔ کی ہے جنھوں نے نظم کی عام قیدوں میں مزید اضافہ کیا ہے۔

میر عشقؔ مرحوم کا خاندانی سلسلہ یہ ہے کہ آپ سید محمد میرزا صاحب انسؔ کے پانچ بیٹوں (عشقؔ، تعشقؔ، عاشقؔ، صبرؔ، صابرؔ) میں سب سے بڑے تھے۔ انسؔ مرحوم نواب ملکہ جہاں بیگم صاحبہ نور اللہ مرقدہا کے داروغہ خاص تھے اور ایک خوشحال و آسودہ زندگی بسر کرتے تھے۔ فن شعر کی تحصیل شیخ ناسخؔ سے کی تھی۔ میر عشقؔ مرحوم کو اپنی غیرت دار طبیعت کی وجہ سے اپنے والد کی آسودہ زندگی سے فائدہ اوٹھانے کا زیادہ موقع نہیں ملا۔ اوائل شباب ہی سے والد کی دستگری سے دست بردار ہو گئے اور ایک زمانے تک پریشانیوں میں بسر کی لیکن انکی خودداری ارحم الراحمین کو پسند آ گئی اور ایسا تو اتنا دیا کہ بقیہ زندگی انتہائی فراغت و بےنیازی سے بسر ہوئی۔

حجو بیگ (لکھنوی) کی مصنفہ مثنوی میں جہاں میر عشق کا تذکرہ آیا ہے وہاں انھوں نے ان کو ایک رئیس شہر لکھا ہے۔

میر عشق مرحوم کی استعداد علمی کے متعلق مختصر یہ ہے کہ آپ عربی میں منتہی استعداد رکھتے تھے۔ مذہبیات میں اس زمانے کے عام رواج کے مطابق کافی تعلیم دلوائی گئی تھی اور فن شعر و شاعری اپنے والد میر انیس مرحوم ہی سے حاصل کیا تھا اور ان کے سوا کسی غیر سے کلام پر اصلاح کبھی نہیں لی۔ اس کے علاوہ فن خوشنویسی میں بھی آپ نے کمال حاصل کیا تھا۔ آپکے لکھے ہوئے قطعات اس فن کے اعلیٰ ترین نمونے ہیں جو ابھی آپ کی اولاد کے پاس محفوظ ہیں۔

مشق سخن کے سلسلہ میں معتبر ذرایع سے معلوم ہوا ہے کہ مرحوم نے چودہ سال تک خانہ نشینی اختیار کر کے شعر و سخن کی مشق کی اور اس زمانے کا کلام پھاڑ کر پھینکتے گئے۔ اس کے بعد جب تکمیل فن پر پورا بھروسہ ہوگیا تو میدان میں آئے اور جس طرح دین و ادب کی خدمت کی وہ صاحبان نظر سے پوشیدہ نہیں۔

شاگردوں کی فہرست بہت طویل ہے جس کے ذکر سے مقصد میں ناگوار طوالت کا اندیشہ ہے۔ صرف اسیقدر کافی معلوم ہوتا ہے کہ لکھنؤ کے اکثر روسا و صاحبان اقتدار حضرات آپ ہی سے اصلاح لیتے تھے اور تعشق و رشید کی شہرت کمال صرف آپ ہی کی توجہ خاص کا نتیجہ تھی۔

میر عشق مرحوم کی اولاد میں صرف ایک دختر اور دو فرزند تھے۔ چھوٹے فرزند سید خورشید میرزا صاحب تھے جو اپنے بڑے بھائی کی حیات ہی میں انتقال کر گئے تھے۔ بڑے فرزند سید حیدر میرزا صاحب ادیب اپنے والد کے بعد چند سال دنیا میں رہے اور صرف ۳۶ سال کی عمر تک ہی پہنچنے پائے تھے کہ آپ کا دور حیات بھی پورا ہوگیا۔ اسوقت ان کے دو فرزند اور دو لڑکیاں موجود تھیں لیکن سب سے بڑی اولاد سید عسکری میرزا صاحب نوبت مدظلہ بہت کم عمر تھے لیکن خدا کی مدد سے اسباب فراہم ہوئے اور انھوں نے بھی اپنے خاندان کی ایک

لائق و اہل فرد ثابت کر دکھایا اب اگرچہ بوجہ پیرانہ سالی منبر پر جاکر مدح اہلبیتؑ سے مجبور ہو گئے ہیں لیکن اس کمی کو ان کے ہونہار فرزند سید محمد میرزا صاحب مہذب دام فیوضہم (صدر انجمن محافظ اردو) اپنے کلام دلخراشندگی سے غیر محسوس بنائے ہوئے ہیں۔

میر انیس مرحوم سے رشتہ داری یوں تھی کہ میر عشق مرحوم کے حقیقی چھوٹے بھائی صابر مرحوم میر انیس مرحوم کے داماد تھے جن کے پانچ فرزند رشید، حمید، سعید، جدید اور مجید تھے ان میں رشید مرحوم پر جناب عشق بہت مہربان تھے انکی فنی تعلیم پر بہت محنت کی تھی اور اس کام میں ایسے مصروف رہے کہ خود اپنے فرزند حمید میرزا صاحب ادب کی طرف سے بالکل بے نیاز رہے۔ بالآخر کچھ ایسی صورتیں پیش آئیں کہ طبیعت کو خود بخود احساس ہوا اور ادب مرحوم کی تعلیم میں ایسے منہمک ہوئے کہ دیکھتے ہی دیکھتے انکو اس قابل کر دیا کہ باپ کے انتقال کے بعد لائق فرزند نے مرحوم باپ کی صحیح جانشینی کی اور جس طرح باپ کی مستقل سالانہ مجلسیں پڑھیں اسیطرح انکے شاگردوں کو اصلاح دیکر بھی مطمئن رکھا۔

میر عشق کے پڑھنے کی مجلسیں بمستقل اور سالانہ ہی اتنی تھیں جن کا مفصل تذکرہ باعث طوالت ہوگا۔ اکثر رؤسا و مومنین کے یہاں سالانہ مجلسیں مقرر تھیں جو آپ بلا تکلف پڑھا کرتے تھے۔ خاص بات یہ تھی کہ خدا کے دیے ہوئے اطمینان کا شکر یوں ادا کیا کہ مجلس کی پڑھوائی کبھی نہیں لی نیز یہ کہ لکھنؤ کی مشہور طوائف حیدر جان جس کے یہاں جملہ بڑے ذاکرین نے پڑھنے سے انکار کر دیا تھا، میر عشق نے پڑھنا منظور کر کے ایک شیدائے ذکر حسینؑ کی دلجوئی کی اہمیت قائم کر دی اور اپنی زندگی بھر اس مجلس میں پڑھتے رہے اور کے بعد انکی اولاد نے اس مجلس میں ذاکری کا سلسلہ اپنے ذمہ لیا جو بانی مجلس کی زندگی کے ساتھ ختم ہوا اس مجلس میں سوائے علمار کے جملہ رؤسا و شرفائے شہر شرکت کرتے تھے اور بانی مجلس کے خلوص عزاداری میں اسکی ہمت افزائی کا بہت خیال رکھتے تھے۔

ایک مجلس کا عجیب واقعہ۔ یہ ہے کہ لکھنؤ کے ایک محلہ حیدر گنج میں ایک بزرگ رہتے تھے جو اپنی سالانہ مجلس میں میر عشق کو پڑھواتے تھے۔ ایک سال میر عشق مرحوم کو کوئی بات ایسی ناگوار ہوئی کہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ بانی مجلس نے مایوس ہوکر بر بنائے خلوص کہا کہ اگر آپ نہ پڑھیں گے تو مجلس میں ذاکری ہی نہ کراؤں گا، صرف تبرک تقسیم کرکے اہل مجلس کو رخصت کر دوں گا لیکن میر عشق مرحوم اسقدر برخواستہ خاطر ہو چکے تھے کہ اس عقیدتمندانہ حسن طلب پر بھی متوجہ نہ ہوئے۔ آخر مجلس کی رات آئی۔ جناب تعشق نے کچھ خواب دیکھا۔ چار بجے رات کو اٹھکر اپنے مکان سے بھائی کے مکان پر پہونچے۔ میر عشق نے خود کچھ خواب میں دیکھ لیا تھا مجلس میں جانے کے لئے کپڑے پہن رہے تھے۔ دونوں بھائی مجلس کے لئے روانہ ہوئے۔ رات کا وقت تھا لیکن بغیر سواری کے پیدل ہی راستہ طے کیا گیا۔ خلاف معمول مرثیوں کا بستہ راستہ بھر اپنے ہی ہاتھ میں رہا۔ بانی مجلس کے مکان پر پہونچ کر آواز دی۔ صاحب خانہ نے آواز پہچانی دروازہ کھولا، اندر بلایا اور صرف اتنا کہا کہ "بھیجے گئے تو تشریف لائے" میر عشق خاموش رہے لوگ آنا شروع ہوئے اور مکان سامعین سے بھر گیا مجلس شروع ہوئی اور علی الصباح ہی ختم ہو گئی لیکن لوگ ۹ بجے تک فرش پر بیٹھے روتے رہے۔ جناب عشق مرحوم فرماتے تھے کہ ایسی کامیاب مجلس میری زندگی میں دوسری نہیں ہوئی۔ بعد کو یہ راز بھی معلوم ہوا کہ جناب رسالتمآب صلعم نے خواب میں میر عشق سے فرمایا تھا کہ فلاں شخص کی مجلس میں پڑھنے جاؤ۔ ہکو اس کا خلوص پسند ہے۔

دوسرا حیرت انگیز واقعہ۔ خان بہادر مولوی سید مہدی حسن صاحب رضوی (لکھنوی) کی زبانی ہم تک پہونچا جس کو موصوف نے فرمایا کہ جناب راجہ صاحب بہادر سلیم پور کے کتب خانہ میں بطور یادداشت تحریراً موجود و محفوظ ہے چنانچہ جناب راجہ صاحب بہادر موصوف سے اسکی تائید تصدیق بھی ہوئی اور عالیجناب چودھری علی اختر صاحب دام اقبالہم تعلقدار

بلرہ ضلع سیتاپور) جو خود ایک محتاط، باوضع اور دیندار رئیس ہیں اُنھوں نے بھی اس مذکورۂ ذیل واقعہ کی تصدیق فرمائی چنانچہ اب ہم کو یہاں اسکے ذکر کر دینے میں کوئی تامل کی وجہ نظر نہیں آتی۔

واقعہ یوں معلوم ہوا ہے کہ چودھری محمد بخش صاحب مرحوم رئیس بلرہ (ضلع سیتاپور یوپی) جو چودھری علی اختر صاحب دام اقبالہم موجودہ تعلقدار بلرہ کے والد اور عالیجناب راجہ صاحب بہادر سلیم پور کے نانا تھے، وہ ایک مرتبہ ایسے علیل ہوئے کہ اطبا ان کی صحت سے مایوس ہو گئے، یہاں تک کہ صاحب فراش ہو گئے۔ ایک رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا میدان ہے، اس میں ایک مجلس کا اہتمام ہے جس میں میاں عشقؔ پڑھنے والے ہیں چودھری صاحب خود میاں عشقؔ کے شاگرد تھے اور صرف غزل کہتے تھے۔ استاد کے پڑھنے کی اطلاع پا کر مجلس کے مجمع میں بغرض شرکت داخل ہونا چاہا لیکن لوگوں نے روکا اور وجہ یہ بتائی کہ چونکہ حضرات معصومین مجلس میں تشریف رکھتے ہیں لہذا آپ کا جانا وہاں تک نہیں ہو سکتا۔ اُنھوں نے باہر ہی سے فریاد کی اور اذن چاہا۔ اندر سے اجازت دیدی گئی۔ مجلس میں پہونچے تو دیکھا کہ میاں عشقؔ منبر کے قریب بیٹھے ہوئے ہیں، تھوڑی دیر کے بعد میاں عشقؔ منبر پر گئے۔ زیر منبر سے رسالتمآب نے فرمائش کی کہ زعفر کے حال والا مرثیہ (عروج اے مرے پروردگار دے مجھ کو) پڑھو۔ تعمیل حکم کی گئی بہت بڑا مجمع تھا، دل کھول کر خوانندگی ہوئی اور مجلس مجموعی حیثیت سے نہایت کامیاب ہوئی۔ بعد ختم مجلس شربت تقسیم ہوا جو نہایت سفید، شیریں اور خوش ذائقہ تھا۔ چودھری صاحب مرحوم نے بھی وہ شربت نوش فرمایا۔ اسکے بعد خواب سے بیدار ہوئے، مرض کا اثر زائل ہو چکا تھا۔ اپنے کو خود تندرست پاکر ادائے نماز کے لیئے طہارت کی غرض سے پانی طلب کیا۔ اس اثنا میں آپکے والد چودھری حسین بخش صاحب بھی آگئے اور آپکے اتالیق مسمی نظر حسین جو ایک باحی العقیدہ

بزرگ تھے وہ بھی آ گئے اور ان کو بیٹھا ہوا دیکھ کر سخت حیرت میں پڑ گئے۔ غیر متوقعہ صحت کی تفصیل کے طالب ہوئے۔ چودھری صاحب نے اپنا خواب من و عن بیان کیا۔ نظیر حسین صاحب اتالیق مذکور سے چودھری صاحب نے فرمایا کہ میرے مونہ میں اس شربت کا مزا ہنوز باقی ہے اور ہونٹ ابھی تک اس لذت سے محظوظ ہو رہے ہیں چنانچہ اتالیق مذکور نے اپنی زبان ان کے ہونٹوں پر پھیری اور خود ایک ناقابل بیان شیرینی و لذت محسوس کی اور عزاداری کی طرف متوجہ ہو گئے اور مرتے دم تک ہدایت یافتہ رہے۔ میاں عشق اُس زمانے میں زندہ تھے۔ انکو بھی اس خواب کی اطلاع ہوئی آپ نے چودھری صاحب موصوف کو مشورہ دیا کہ اب سے مرثیہ بھی کہا کرو چنانچہ چودھری صاحب ممدوح نے مرثیے بھی کہے اور آپ کا کلام ابھی آپ کے خاندان میں موجود ہے۔

میر عشق کا کلام جو کچھ اونھوں نے خود نظم کیا اور خود پھاڑ کر پھینک دیا اس کے علاوہ بھی بہت کچھ تھا لیکن لکھنؤ کے غدر کے دوران میں اس کا اکثر و بیشتر حصہ تلف ہو گیا جو پھر جمع نہ ہو سکا۔

آپ کے خصوصیات کلام میں چند باتیں خاص طور سے قابل ذکر ہیں عام طور پر اساتذہ نے مرثیے کے بند میں اوپر کے چار مصرع الگ مانے ہیں اور بیت کو ان کا تابع نہیں تسلیم کیا ہے چنانچہ ضمیر ولہ کے استعمال میں بھی اگر چار مصرعوں میں ہم نظم کیا ہے تو بیت میں مجھے پائی کہنے میں پس و پیش نہیں کیا ہے لیکن میر عشق نے بند کے چھے مصرعوں کو ایک ہی حکم میں رکھا ہے اور شتر گربہ سے بچا لیا ہے۔ نیز یہ کہ اُردو کے قافیوں میں اکثر حضرات نے ثناگال کا لحاظ ضروری نہیں سمجھا ہے لیکن میر عشق نے یہاں بھی احتیاط سے کام لیا ہے۔ نیز یہ کہ الف واؤ اور یے، جن الفاظ کے آخر میں حرفِ اصلی کی حیثیت رکھتے ہیں ان کا گرانا بھی جائز نہیں سمجھا ہے۔ غرض اس قسم کی متعدد

باتیں تھیں جن سے میر عشق مرحوم نے احتیاط کی جن کا مفصل تذکرہ اور مثالیں بخیال طوالت ترک کی جاتی ہیں صرف وہ متروکات جن کو اونھوں نے اپنے لیئے ناجائز سمجھ لیا تھا ذیل میں درج کیئے جاتے ہیں:-

بصد جاہ، بصد آہ، بآہ وزاری، بچشم نم، بکر وفر، تابہ محشر، تابہ گور، تابہ فلک

یہ وہ الفاظ ہیں جنکی ترکیبوں کو مرحوم نے جائز نہیں سمجھا۔

چلا، پھرا، بیٹھا، اُٹھا، دیکھا، سُنا، کھُلا، بندھا، کہا، گرا، ملا، دھرا،

وغیرہ اس قسم کے الفاظ ہیں جن کو قافیوں میں برابر سے لانا آپنے روا نہیں رکھا۔

پہ، ہووے، تلک، آک، بھیّا، بھینا، مانجایا، مانجائی، سو، تب، کاہے کو، یاں، واں، تلے، چھاتی، مجرئی، مجرا، آن کے، دیجے، لیجے، کیجے، بیکلی، کر، بجائے، مرا، مری، خوں، جاں، وغیرہ وہ الفاظ ہیں جن کو میر عشق مرحوم نے استعمال کرنا بالکل ہی ترک کردیا تھا۔ اگر ہماری کتاب میں یا اور کسی چھپے ہوئے نسخے میں اس قسم کے الفاظ کسی کو نظر آئیں تو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ یا تو وہ کتابت کی غلطی سے اُس طرح تحریر ہوگئے ہوں گے یا اُس زمانہ کی نظم کا جزو ہوں گے جب کہ مرحوم نے مذکورہ الفاظ کی احتیاط میں زیادہ پابندی نہیں اختیار کی تھی۔ ان الفاظ کے علاوہ اور بھی الفاظ فراہم کیے جا سکتے ہیں جن کے استعمال میں مرحوم کو احتیاط رہی مثلاً جھیل، ندی، بھاگڑ، بیھڑ، ہلڑ، ٹھٹھہ، بہیر، جوبن، بھین، وغیرہ۔

زبان کی مذکورہ بالا پابندیوں کو اختیار کرلینے کے بعد صاحبان فن بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ میر عشق مرحوم کو میدان نظم کے طے کرنے میں کتنی دشواریاں ہوتی ہوں گی نیز ان قیدوں کے بعد ظاہر ہے کہ کلام جس قدر بھی پھیکا ہو جاتا وہ کم تھا لیکن یہ صرف اُنکی مشاقی اور پُختہ کاری ہی تھی کہ باوجود اس ناقابل برداشت احتیاط کے بھی ان کے کلام میں شگفتگی

اور تاثیر کی کمی نہیں پائی جاتی۔

میر عشق مرحوم کے تعلقات ۔ یوں تو شہر کے جملہ رؤسا و مومنین سے تھے اور اکثر عقیدتمند حضرات سے دید و بازدید کا سلسلہ جاری رہتا تھا لیکن مقتدر رؤسا شہر میں نواب شمشیر الدولہ بہادر مرحوم اور جناب ناظم صاحب مرحوم اعلی اللہ مقامہما سے خاص طور سے آمد و رفت تھی نیز میر انیس مرحوم و مغفور سے بھی خصوصیت کا برتاؤ تھا اور یہ سب حضرات ایک دوسرے کے یہاں برابر بے تکلفی کے ساتھ آتے جاتے رہتے تھے۔

میر عشق مرحوم کے عروج کمال کا زمانہ تھا کہ لکھنؤ کے ایک ممتاز رئیس نواب میرزا حیدر صاحب مرحوم نور اللہ مرقدہٗ کی ایک زوجہ المخاطب بہ نیا محل صاحبہ نے ایک امام باڑہ تعمیر کرایا (جو نئے محل کے امام باڑے کے نام سے مشہور ہے) جس کو وقف کر کے میر عشق مرحوم کو اس کا متولی قرار دیا چنانچہ اپنی حیات بھر آپ اس امام باڑے کے متولی رہے اور آپ کے انتقال کے بعد آپ کی اولاد اس کی تولیت کے فرائض انجام دیتی چلی آتی ہے۔

میر عشق مرحوم کی ذاتی جائداد لکھنؤ کے ایک محلہ دالمنڈی متصل رکاب گنج میں تھی چند قطعہ مکانات کے علاوہ ایک خوشنما باغ بھی تھا جو اگرچہ امتداد زمانہ کے ہاتھوں آج اپنی نوعیت پر باقی نہیں رہا ہے لیکن ابھی تک وہ جگہ باغ میر عشق کے نام سے یاد کیجاتی ہے۔ اس کے علاوہ زمینداری کی قسم سے بھی آپکی جائداد تھی جس کا کچھ حصہ ضلع لکھنؤ میں ابتک بھی باقی ہے اور آپکی اولاد کے تحت و تصرف میں ہے۔

میر عشق مرحوم نے تمام عمر نہایت خوش پوشاکی کے ساتھ بسر کی۔ آپنے اپنی دولت کو صرف اپنی ذات ہی کے لئے مخصوص نہیں رکھا بلکہ اپنے ساتھ اپنے متوسلین نیز دیگر صاحبان احتیاج کو بھی اُن کے حقوق سے محروم نہیں رکھا۔ اپنے ذوق لباس کے ساتھ ضرورتمندوں کی تن پوشی اور اپنی سیر چشمی کے ساتھ حاجتمندوں کی شکم سیری سے کبھی غفلت نہیں کی۔

آپ زیارت سید الشہدا علیہ السلام سے بھی مشرف ہوئے تھے اور ستر برس کی عمر میں ایک کامیاب اور باعزت زندگی بسر کرکے آپ نے چوبیس شعبان ۱۳۰۲ھ ہجری کو انتقال فرمایا اور اپنے مملوکہ مکانات میں سے ایک میں دفن ہوئے۔

انجمن محافظ اردو (لکھنؤ) نے اپنی اس پیش نظر جلد مسمّٰی بہ آثارِ عشق میں میر عشق مرحوم کے سات مرثیے شایع کیئے ہیں۔ مرحوم کے مرثیوں کی دو جلدیں مسمّٰی بہ گلزارِ غم اور برہانِ غم مصنف کی زندگی ہی میں طبع ہوگئی تھیں اور چونکہ آج وہ جلدیں بھی بازار میں دستیاب نہیں ہو رہی ہیں اور شائقین کلام اُن کے خواہشمند نظر آرہے ہیں لہٰذا ہم نے اُن مرثیوں میں سے پانچ مرثیے منتخب کرکے اس جلد میں رکھے ہیں اور دو مرثیے (دوسرا اور تیسرا) جو بالکل غیر مطبوعہ ہیں، ہماری انجمن کے صدر جناب مہذب دام فیوضہم سے حاصل ہوگئے جنکو شامل کرکے ہم نے سات مرثیوں کی ایک جلد مرتّب کرکے پیش کی ہے جو امید ہے کہ اربابِ نظر کے مطالعہ سے گذرنے کے بعد انشاء اللہ بے حد پسند کی جائے گی۔

پیش نظر جلد کے مرثیوں میں پہلے مرثیہ کی خصوصیت اور مقبولیت کا ذکر مذکورہ بالا سطروں میں آچکا ہے۔ دوسرے مرثیے میں خاص بات یہ ہے کہ اسکی بحر مرثیے کے لئے ایک بڑی حد تک غیر مقبول کہی جاسکتی ہے اور خواندگی کا ذوق رکھنے والے حضرات اسکا بخوبی اندازہ کرسکتے ہیں کہ ایسی بحر کے مرثیہ کو منبر پر پڑھنا کتنا مشکل اور مشق کا کام ہے۔ سُنا ہے کہ جب یہ مرثیہ میر عشق مرحوم نے پہلی مرتبہ پڑھا ہے تو اُن اہلِ فن کو جو زینت مجلس تھے بار بار کسی خاص مقصد کے تحت دیکھ رہے تھے۔ تیسرے مرثیے کے متعلق سُنا ہے کہ ایک مصرع خود بخود مصنف کے ذہن میں آیا۔ جناب رشید موجود تھے، اُن سے فرمایا کہ دیکھو یہ مصرع:۔ "ستاروں کی آمد ہے کالی گھٹا میں" حضرت عونؑ و محمدؑ کے حال کا مرثیہ کہنے کے لئے کتنا مناسب ہے چنانچہ میر عشق مرحوم نے نظم کرنا اور رشید مرحوم نے لکھنا شروع کردیا اور تین دن میں مرثیہ مکمل ہوگیا۔

عالیجناب سید حسین مرزا صاحب مرحوم المتخلص عشق لکھنوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا مرثیہ

درحالِ زعفرجن

بند (۱۲۸)

عروج اے مرے پروردگار دے مجھکو
کچھ اعتبار نہیں اعتبار دے مجھکو
خزاں میں رنگ برنگ بہار دے مجھکو
پئے وقارِ محمد وقار دے مجھکو
گنہگار ہوں محجوب و ناتواں ہوں میں
ترے نبیؐ کے نواسے کا مدح خواں ہوں میں

مُعِز نجات کی صورت نکالنے والے
سنبھال دونوں جہاں کے سنبھالنے والے
معین کوہ مصیبت کے ٹالنے والے
پناہ دے مجھے اے میرے پالنے والے
رحیم کون ہے تجھ سا بھلا جہاں جاؤں
بتا مجھے ترے در کے سوا کہاں جاؤں

ہمیشہ رحم وکرم ذوالجلال فرمایا
کئے تصور تو نے خیال فرمایا
قبول خاطر اہل کمال فرمایا
ریاضِ دہر میں کیا کیا نہال فرمایا
دیا وہ نام کہ پروا نہیں امیری کی
کہاں کہاں تری رحمت نے دستگیری کی

قصور اور کسی کا اگر ذرا کرتا   تری قسم نہیں معلوم حال کیا کرتا
خطائیں دیکھ کے یہ آبرو عطا کرتا   کیا جو تو نے یہ کوئی نہ اے خدا کرتا
رحیم و غافر و ستار نام تیرا ہے
گناہ گار کو بخشے یہ کام تیرا ہے

غم خزاں نہ شور بہار باقی ہیں   ملال نزع نہیب مزار باقی ہیں
کمال صدمۂ روز شمار باقی ہیں   یہ مرحلے ابھی پروردگار باقی ہیں
نہ آشکار کسی عیب کو کیا تو نے
اُڑھا کے دامن رحمت چھپا لیا تو نے

نہ سائے میں نہ یہ مجرم پناہ میں ہوگا   سفر ضرور ہے کیا حال راہ میں ہوگا
میان قبر سزائے گناہ میں ہوگا   ہجوم عقرب و مار سیاہ میں ہوگا
کوئی یہاں نہ وہاں آبرو بچائے گا
جہاں بچائے گا اللہ تو بچائے گا

زمینِ قبر کو چرخِ کہن بنا دینا   ستارے نقطۂ حرفِ کفن بنا دینا
لحد کو جلوہ گہِ پنجتن بنا دینا   سرا کو باغِ جناں کا چمن بنا دینا
رحیم امونسِ وحشت جو نور تیرا ہو
شعاعِ شمسِ فلک قبر کا اندھیرا ہو

یہ چشم داشت ہی وسعت سے تیری رحمت کی   کہ مجھکو سیر دکھائے گا باغ جنت کی
گیا جو نار میں، تو جا نہیں شکایت کی   کہوں گا میں مرے معبود نے عدالت کی
گناہِ عشق سے گو ہر بشر کو سکتا ہے
جو بخش دے تو کوئی تجھکو روک سکتا ہے؟

اٹھاؤں سر کو خجالت سے غیر ممکن ہے ۔۔۔ ڈروں نہ تیری عدالت سے غیر ممکن ہے
امید قطع ہو رحمت سے غیر ممکن ہے ۔۔۔ فرار تیری حکومت سے غیر ممکن ہے

گناہ گار بھلا جائے گا کہاں تیرا
زمین تیری ہے معبود آسماں تیرا

کیے ہیں جرم سراسر حجاب آتا ہے ۔۔۔ مآل سوچ کے اکثر حجاب آتا ہے
مجالِ عرض ہو کیونکر حجاب آتا ہے ۔۔۔ دعا میں بھی مجھے داور حجاب آتا ہے

جو حیلے رزق کے ہیں موت کے بہانے ہیں
عجب عجب تری قدرت کے کارخانے ہیں

کرے گا کوئی بھلا کیا برابری تیری ۔۔۔ کہ ذاتِ پاک معائب سے ہے بری تیری
جِلا رہی ہے مجھے فیض گستری تیری ۔۔۔ زباں نہیں جو کہوں بندہ پروری تیری

قریب و دور سبھوں کی زباں پہ آتا ہے
بگاڑتا ہے یہ بندہ خدا بناتا ہے

قریب سب سے ہے تو سب سے ہے جدا مالک ۔۔۔ گدا کو شاہ کرے شاہ کو گدا مالک
بنا دیا جسے چاہا مٹا دیا مالک! ۔۔۔ کسی کو دخل تری مصلحت میں کیا مالک

امیدوار ہیں سب تجھ سے کارسازی کے
نثار ہوں میں تری شان بے نیازی کے

عجب ذلیل ہوں میں اور کچھ عجب محتاج ۔۔۔ کرے گا کیا کسی محتاج سے طلب محتاج
ترا فقیر کسی کا بھلا ہے کب محتاج ۔۔۔ غنی فقط ہے تری ذات رب کے سب محتاج

کسی کے سامنے کب ہاتھ بڑھنے دیتا ہوں
تجھی سے میں تو بصد دست مانگ لیتا ہوں

میں روسیاہ کہاں اور ماہ تاب کہاں   زبانِ ذرہ کہاں وصفِ آفتاب کہاں
یہ خاکسار کہاں ابنِ بوتراب کہاں   کہا جو شرع کے برعکس تو ثواب کہاں
نہ ہو خلافِ ادب کوئی بات ڈرتا ہوں
ترے حسینؑ کا حال اب شروع کرتا ہوں

جہاد کو شہ گردوں رکاب آتے ہیں   ادب پکار رہا ہے جناب آتے ہیں
لرز رہی ہے زمیں بوتراب آتے ہیں   ہٹو ہٹو کہ رسالتمآب آتے ہیں
شبیہ برق دمِ کارزار کھینچیں گے
حسین ابنِ علیؑ ذوالفقار کھینچیں گے

حواس فوج کے ہیں گم عجب تلاطم ہے   نہیں ہے تابِ تکلم عجب تلاطم ہے
نہ ہے فغاں نہ تبسم عجب تلاطم ہے   پکارتا ہے تلاطم عجب تلاطم ہے
یہ زلزلے میں ہے نہ بار بار جھکتا ہے
نہ اب زمین نہ اب آسماں رکتا ہے

پکارتے ہیں خبردار مصطفیٰ کی پناہ!   صدائے مرحبا و عنتر ہے مرتضیٰ کی پناہ!
زمیں کہتی ہے سلطان کربلا کی پناہ!   خدا کے واسطے بندو کہو خدا کی پناہ!
عبث عدو سند مال و ملک لیتے ہیں
حسینؑ دفترِ عالم کو اُلٹے دیتے ہیں

جھکو جھکو شہ گردوں سریر آپہونچے   ڈرو ڈرو اسد قلعہ گیر آپہونچے
کہو کہو کہ امام کبیر آپہونچے   چھپو چھپو کہ جنابِ امیرؑ آپہونچے
چلو چلو کہ ابھی کھا گئے سنا ہے
سنو سنو کوئی دم میں لہو برستا ہے

علیؑ کی تیغ سے کچھ باتیں کرتے آتے ہیں
پروں کو روح امیں خاک پر بچھاتے ہیں
کھڑے ہوئے ملک الموت مسکراتے ہیں
حسینؑ آتے ہیں تنہا حسینؑ آتے ہیں
ملک فلک سے جو منہ شہ کا دیکھ لیتے ہیں
چراغ نیر اعظم بجھائے دیتے ہیں

یہ جان لو کہ ہوئے ایک آسمان و زمیں
نجوم و شمس و قمر ہوں گے کوئی دم میں ہمیں
نہ حضور میں حاضر کوئی مجال نہیں
جگہ ملے گی نہ میدان کربلا میں کہیں
امام وقت عجب کر و فر سے آتے ہیں
ملک ادھر سے ، ابھی جن ادھر سے آتے ہیں

ہزاروں پیش نظر بجلیاں سی چمکتی ہیں
درخت آگ کے ہیں پتیاں چمکتی ہیں
پہاڑ شعلہ بنے چوٹیاں سی چمکتی ہیں
عیاں ہے ذروں سے چنگاریاں چمکتی ہیں
سقر بنا ہے بیاباں ہوا جلاتی ہے
ادھر ادھر سے جہنم کی آنچ آتی ہے

برائے سرمہ چشم سپہر جائے گی
کسی کو گرد سواری نظر نہ آئے گی
سموم لاکھ طریقے سے خاک اڑائے گی
رکاب مرکب شہ تک نہ آنے پائے گی
عیاں ہے گرد سواری جو آشکار نہیں
کسی سے حضرت شبیر کو غبار نہیں

ہلال تیغ میں ہے برق کی درخشانی
لعین بھولیں گے کچھ دیر میں ستم رانی
لہو کے چھینٹوں سے ہوگی فلک کو حیرانی
بنے گا آج گل آفتاب افشانی
چراغ زندگی اہل شام گل ہوں گے
ہزاروں دشمن موت ہوا میں گل ہوں گے

ورم سے قلب تمھارے مدام ہیں مانوس کریں گے سینوں میں داغ ہوس انھیں مایوس
تڑپ کے جلیے قفس میں تمام ہو طاؤس کہیں گے تیغ علی ضرب سے بچیں منحوس
رواج ظلم تہ گنبد کہن نہ رہے
ہمارے نام کا سکہ ہے یہ چلن نہ رہے

چلے گی مرگ مفاجات بن کے آج ہوا پڑھیں گے نادِ علی ساکنانِ ارض و سما
رہے نہ ذکر کوئی ذکرِ پنجتن کے سوا بچیں انھیں کے تصدق سے ہم کرو یہ دعا
نہ اضطراب میں چاروں طرف بڑھے جاؤ
بلا کا وقت ہے لِی خمستہ پڑھے جاؤ

وہاں تھی فوج عدو میں یہ گفتگو یہ سخن یہاں سوار ہوا چاہتے تھے شاہِ زمن
نہ تھا کوئی جو سنبھالے رکاب تشنہ دہن بھرے تھے آنکھوں میں آنسو قریب تھا توسن
کھڑے تھے رکھے ہوئے ہاتھ یال پر حضرت
اکیلے رو رہے تھے اپنے حال پر حضرت

یہاں تو راکب دوش نبی ہوا اسوار ہوئی میانِ جنان خیل انبیا میں پکار
خدا کی راہ میں کوئی لڑا نہ یوں زنہار بڑے ملال میں لاکھوں سے آج ہے پیکار
چلو کہ بادشہ کربلا اکیلے ہیں
جناب خامس آل عبا اکیلے ہیں

کچھ اور چلنے لگی دفعتاً ہوا رن میں ادھر سے شاہ ہوئے عازم وغا رن میں
ادھر سے زعفر جن کا گزر ہوا رن میں بہت حسینؑ سے کی اس نے التجا رن میں
جناب فاطمہ کے ماہ نے قبول نہ کی
کسی طرح سے ماہ شاہ نے قبول نہ کی

سبھوں کو یاد یہ افسانہ مصیبت ہے　　کم اس طرح سے مگر نظم یہ حقیقت ہے
بڑھائیں قدر سخن مصرعوں کی صحبت ہے　　نیا فسانہ غم ہے نئی حکایت ہے
ہمیشہ قلب ہے مشتاق نظم جن جن کا
سُنیں وہ حال ملاقاتِ زعفر جن کا

بیان کرتے ہیں یہ حال ایک دیں پرور　　کہ عالم متبحر تھے وہ خجستہ سیر
ہوا میان خراساں جو ایک سال گزر　　کتاب آئی کتب خانہ رضا میں نظر
فسانہ غم و رنج و ملال لکھتا تھا
یہ اس کتاب میں زعفر کا حال لکھا تھا

محب حسین کا تھا کوئی عاقبت اندیش　　نئے طریق سے ناقل ہے وہ مصیبت کش
سفر ہوا مجھے دریا کا ناگہاں درپیش　　ہوا سوار سفینہ میں خائف و دلریش
یہاں تھی صبح کبھی شب وہاں تھی دریا میں
روانہ کشتیِ عمر رواں تھی دریا میں

ہوا سفینہ وفور ہوا سے طوفانی　　خدا کی ذات تھی یا آسمان یا پانی
شکستہ ہو گئی کشتی بڑھی پریشانی　　مثال آئینہ تھی ناخدا کو حیرانی
یقیں تلاطم امواج سے کہ اب ڈوبے
جو لوگ ساتھ تھے کشتی میں سب کے سب ڈوبے

رہا نہ مال نہ تھا کوئی آشنا باقی　　بس ایک تختہ کشتی تو رہ گیا باقی
غش آگیا نہ رہا ہوش دست و پا باقی　　ہر ایک چیز تھی فانی فقط خدا باقی
نہ ہو تباہ بچائے اگر تباہی سے
سوا ہو تختہ تابوت تخت شاہی سے

تھی کنارے پہ آ کے وہ صورت ماہی کھلی جو آنکھ ہوئی زندگی سے آگاہی
بدن تو خوف سے تھا سرد رنگ تھا کاہی اُتر کے تختۂ کشتی سے میں ہوا راہی
ہزاروں کوس محیط اس کے گرد عُمّاں تھا
اُداس تھا وہ جزیرہ کمال ویراں تھا

کوئی درخت نہ آدم نہ جانور دیکھا عجیب عالم عبرت ادھر اُدھر دیکھا
بڑھا جب آگے عجب شخص پُرخطر دیکھا خموش بیٹھے ہوئے اس کو خاک پر دیکھا
رواں تھے اشک برابر زمین پہ اُس کے
پڑے تھے بال سراسر زمین پہ اس کے

ڈرا جو میں تو کہا دل نے خوف بیجا ہے نہیں کچھ اور یہ ویرانہ ہے یہ دریا ہے
بشر ہے دیو ہے نافہم ہے کہ دانا ہے قریب چل کے تو دیکھو یہ کون ہے کیا ہے
اُٹھایا اشک کا طوفان یہ جہاں بیٹھا
کبھی یہاں کبھی روتا ہوا وہاں بیٹھا

گیا جو ڈر سے پس پشت آ گیا یہ نظر حسینؑ خاک پہ انگلی سے لکھ کے تھے مضطر
مثال ابر یہ رویا زمین ہو گئی تر نگاہ یاس تھی لب اور آنسوؤں کے گہر
وحید اسم شہ تشنہ آب دنداں میں تھا
سفینہ عاصیوں کا موتیوں کی آب میں تھا

ہوا یقین کہ ہے عاشقِ امام زمن کیا سلام کہا میں نے اے جلیسِ محن
بتاؤ نام ہے کیا قوم کیا کہاں ہے وطن اُٹھا کے سر متعجب ہوا کئے یہ سخن
بتاؤ نام تم اپنا کہ مجھ کو حیرت ہے
یہاں کہاں کوئی بندہ خدا کی قدرت ہے

خبر کسی کو نہیں ہے وہ عالم و دانا — کہاں تھی راہ ہوا کس طریق سے آنا
بدن میں روح کو بس شاق ہے ٹھہر جانا — مگر ہے سرحدِ ملکِ عدم بہ ویرانا
اداس دھوپ ہے زرد ہی چاندنی نکلتی ہے
ہوا ہمیشہ یہاں ڈر سے تیز چلتی ہے

کیا یہ سن کے بیاں میں نے سارا اپنا حال — بتائیں نام و نشاں آپ پھر کیا یہ سوال
دیا جواب کہ مارا گیا علیؑ کا لال — ہوا ملائک و جن و بشر کو اُن کا ملال
ہمیشہ صرفِ عزائے امام ہوں میں بھی
کہا یہ میں نے انھیں کا غلام ہوں میں بھی

بغیر پوچھے رہوں گا نہ میں خدا کی قسم — بیاں کرو دُرِ دندانِ مصطفیٰؐ کی قسم
بتاؤ زخمِ سرِ پاکِ مرتضیٰؑ کی قسم — تمھیں شہادتِ سلطانِ کربلا کی قسم
یہ سن کے یاس سے مجھ پر نگاہ کی اُس نے
کہا کہ زعفرِ جن! اور آہ کی اُس نے

یہی ہے زعفرِ جن صدق ہو گیا مجھ کو — کہا یہ میں نے بڑا اشتیاق تھا مجھ کو
بہت حسینؑ کی باتوں کا ہے مزا مجھ کو — سناؤ قصۂ میدانِ کربلا مجھ کو
برائے اذنِ وغا پاؤں پہ گرے زعفر؟
کہو کہ کب گئے کچھ ٹھہرے کب پھرے زعفر

یہ سن کے تھام لیا ہاتھ سے جگر رو دیا — لہو کا جام بنی آنکھ نامور رو دیا
مثالِ برق تڑپ کے زمیں پہ رو دیا — یقینِ مرگ ہوا مجھ کو اس قدر رو دیا
ابھی سوال پہ غش اس کو چند بار آیا
بغیر پوچھے نہ لیکن مجھے قرار آیا

ہوا کمال ہی مجبور نینے کی منت کہا کہ آہ نہیں ہے بیان کی طاقت
ہوا نہ واقعہ ایسا عظیم پُر حسرت نگاہ میں ہے ابھی تک حضور کی صورت
گئے حسینؑ ستم سہہ کے دار فانی سے
بڑا گلہ ہے مجھے اپنی سخت جانی سے

سُناؤں مختصر اچھا نہیں زیادہ طول وہ میرے جشن کا دن تھا موافق معمول
زمور سلطنت و انبساط میں مشغول کہ ناگہاں کئی جن آئے بیقرار و ملول
حواس اُڑے ہوئے تھے جان بھی عاری تھے
بند تھی نبضیں ہچکیاں آنکھوں سے اشک جاری تھے

سروں کو پیٹ کے چلائے یوں سر دربار یہ تخت و تاج تصدق ہی جن کا اے سردار
وہ بادشاہ ہیں آج وقت جان سے بیزار چلی حسینؑ علیہ السلام سے تلوار
اُٹھائے صبح سے لاشے شہ کی فوج اب تک
لڑے حسینؑ بہتر لڑائیاں اب تک

مخدرات حرم کے بلند ہیں نالے پڑے ہیں سامنے بے دفن گود کے پالے
وفائیں کر گئے یوسف سے قافلے والے جگر میں درد ہے لب خشک زخم تن آلے
مقابلہ ہے ہزاروں سے ناتواں دل ہے
یہ صبر شان جگر دیکھنے کے قابل ہے

نکل نکل کے بنی جان ہر مکاں سے چلے سحاب صاعقہ و رعد آسماں سے چلے
بجا ہے جلد شہا تو اگر یہاں سے چلے کہ جان فاتح خیبر الم جہاں سے چلے
خطر ہے دشت مصیبت میں دن کے ڈھلنے کا
سوئے حسینؑ یہ موقع ہے سر سے چلنے کا

بیاں جو قصۂ شاہنشہ یگانہ ہوا نظر میں تیرہ و تاریک سب زمانہ ہوا
سر اٹھی ہوئی مجھکو نگار رہنا نہ ہوا اُسی طرح طرف کربلا روانہ ہوا
مجھ و دِجن کو لیے صورت ہوا پہونچا
مگر قریب مصیب کے جب میں جا پہونچا

گیا وہاں۔ ہے جہاں تک مری نگاہ نے کام نظر کچھ اور نہ آیا سوائے لشکر شام
ٹھہر کے میں نے جو پوچھا کہاں ہیں میرے امام خبر جو لائے تھے جن یوں کیا انھوں نے کلام
بڑا ہجوم ہے زخموں سے چور ہیں شبیر
نظر یہاں سے نہ آئیں گے دور ہیں شبیر

محال تھا کہ گزر جائے اُس طرف سے بشر سیاہ شام ٹھلا رو کتی مجھے کیونکر
نکل گیا میں وہاں سے لیے ہوئے لشکر ہوا نہ آگے مگر نہر علقمہ سے گزر
ٹھہر گیا کہ قدم دو قدم بڑھا نہ سکا
کسی طرح سے حضور امام جا نہ سکا

عجب طرح کا مرقع عجیب عالم نور اُدھر ستم تو ادھر مظہر شان حق کا ظہور
کھلے ہوئے در افلاک دشت کیں معمور ہر ایک سمت کو نو جلیں مگر حسین سے دور
سیاہ شام نے مہر علی کو گھیرا تھا
چراغ بیچ میں چاروں طرف اندھیرا تھا

رکی ہوئی تھیں جو تیغیں بھی ڈھالیں بھی ساری ستم کی نہر تھی ابر سیاہ یہ جاری
پابند گرز گراں سب کو زندگی بھاری بکے تھے اُڑنے کی مرغان طیر تیاری
پھرا جو سائے میں تابوت میں روانہ تھا
علم کا تھا ہو پھریرا وہ شامیانہ تھا

علم کئے ہوئے تھے ذوالفقار کو شبیر جلال دیکھ کے پیچھے ہٹے ہوئے تھے شریر
حسن تھے جن کی ہمراہ ان کی تھی تقریر چلی جو سیرِ الم میں یہی ہے وہ شمشیر
بڑھا ہے نیرِ زہرا گھٹا سرکتی ہے
وہیں ہے چاند یہ بجلی جہاں چمکتی ہے

مدد کو آئے تھے خاصانِ ایزدِ قیوم گزر محال ہے ارواحِ انبیا کا ہجوم
زمین ذرہ نہ ہوتی تھی دشت میں معلوم وہ کثرتِ شہدا داہ یا حسین کی دھوم
فدائیانِ شہِ بن پناہ حاضر تھے
ہماری قوم کے سب بادشاہ حاضر تھے

محال تھا کوئی پہونچے امامِ عالم تک مگر بہشت کے پھولوں کی آرہی تھی مہک
زمیں بلند تھی گویا جھکے ہوئے تھے فلک کہ رزم گاہ سے تا آسماں تھی فوجِ ملک
فرشتے سیکڑوں آتے تھے اور جاتے تھے
مگر یہ حکمِ خدا بار بار لاتے تھے

شاد سب کو جو زہرا کا نورِ عین کہے نہ بولو کچھ نہ اگر شاہِ مشرقین کہے
یہی ہے خوب جو حیدر کے دل کا چین کہے کریں گے ہم بھی وہی آج جو حسین کہے
ہماری راہ میں لڑتا ہے زخم کھاتا ہے
ہمارے پاس ہمارا مجاہد آتا ہے

سرشتگانِ سحاب و نسیمگانِ ہوا فرشتگانِ بہشت و جحیم و ارض و سما
مسبحانِ مقاماتِ مخفی و اعلیٰ رواں نہ شرق سے تا غرب بال و پر کی صدا
عیاں تھے عرش کے سب انتظام جنگل میں
خدا کے گھر کا ہے اسباب و لبت مقتل میں

ندائے غیب سے آتی تھی قدسیو ہشیار — کہ ہم ملاحظہ فرما رہے ہیں صبر و قرار
یہ جان لو کہ ہے آدم کی جان یہ سردار — جھکو ادب سے جدھر منھ کرے یہ سینہ فگار
جو حکم دے تو نہ امداد سے بے لڑے رہنا
صفیں جمائے ہوئے سامنے کھڑے رہنا

پیمبرانِ اولوالعزم تھے حسینؑ کے پاس — جنابِ آدمؑ و نوحؑ و خلیلؑ رتبہ شناس
کلیم و حضرت عیسیٰ میانِ عالم یاس — محمدِ عربی پیشوا و ذوالجناح اُداس
لپٹ لپٹ کے رسول جلیل روتے تھے
رکاب تھامے ہوئے جبرئیل روتے تھے

پروں کا سایہ کئے کہہ رہے تھے اے ذیجاہ — ملے جو حکم فنا ہے ابھی اشقیا سپاہ
حسینؑ کہہ رہے تھے اے وکیل خالق واہ — تمہیں نہ چاہیئے ہو اس جا ملے میں گواہ
رضا و صبر کا اقرار لینے آئے تھے
تمہیں تو محضر قتل حسینؑ لائے تھے

ہوا سے رنمیں درختوں کا جھومنا ہر بار — چمن چمن سر تسلیم سید ابرار
چھپا ہوا فلک پیر اس قدر بیزار — جھکے ہوئے پئے تعظیم سوئے شہ کہسار
بلند سبزۂ ساحل چڑھا ہوا دریا
پئے زیارتِ مولا بڑھا ہوا دریا

کھڑے ہوئے تھے بلندی پہ اس طرح سرور — کہ تھا یہ پائے مبارک رکاب کے اندر
وہ پاؤں رکھے ہوئے تھے فرس کی گردن پہ — ادھر کے ہاتھ میں تھی ذوالفقار جوہر تر
اُدھر کے ہاتھ میں تھی باگ اور ڈھال بھی تھی
گمان نہ تھا کہ طبیعت کبھی نڈھال بھی تھی

کبھی شہیدوں کی جانب تھی مسکرا کے نظر کبھی دعا کبھی شکر عنایت داور
کبھی کسی سے یہ کہنا کہ آ کھڑے ہو ادھر کیا مصافحہ اصحاب کہف سے اکثر
کبھی اڑا کے فرس اہل شام پر جانا
کبھی جہاں تھے وہیں آ کے پھر ٹھہر جانا

عجب جلال عجب رحم نور کی تصویر بگڑ گئے جو سنی کچھ غرور کی تقریر
کیا نہ وار جھکے ہاتھ جوڑ کے جو شریر کبھی بڑھے کبھی شرما کے پھر گئے شبیر
کبھی حزیں کبھی خوش دیکھ کے لعینوں کو
اتارتے تھے چڑھاتے تھے آستینوں کو

کبھی علیؑ سے کیا ہاتھ باندھ کے یہ کلام جناب قبلۂ کعبہ کریں یہاں نہ قیام
چلیں بہشت میں فرمائیں کوئی دم آرام نہیں ہے دیر پہونچتا ہے ذبح ہو کے غلام
بشر نہ ہو کبھی مایوس جو بھلا چاہے
یہ مرحلہ ابھی طے ہے اگر خدا چاہے

پھرے جو دھوپ میں فرما کے حملہ سبط رسولؐ عرق سے خون سے تر تھا رخ نہال بتولؑ
ٹھہر کے منہ کو لگے پونچھنے خدیو ملول جھڑے چراغ امامت سے باغ جنگ میں پھول
ہزاروں قطرے جبین فگار سے ٹپکے
دُرِ عقیق رخ تاجدار سے ٹپکے

مجھے تھی فکر کہ تا شاہ کس طرح جاؤں محال ہے کہ ملے راہ کس طرح جاؤں
قریب سید ذیجاہ کس طرح جاؤں وہاں گزر نہیں اللہ کس طرح جاؤں
کوئی طریق رسائی نہ جب نظر آیا
ادھر گیا کبھی گھبرا کے میں ادھر آیا

پکارا دُور سے چلا کے آ نہیں سکتا غلام سامنے آقا کے آ نہیں سکتا
مریض پاس مسیحا کے آ نہیں سکتا وہ لوگ ہیں جنھیں سرکار کے آ نہیں سکتا

نصیب سلطنت قرب دید ہو جائے
سند قدیم عطا کی جدید ہو جائے

امام خسرو گیتی پناہ ظل اللہ خدیو یثرب و بطحا دل رسول اللہ
جلائے آئینۂ لا الٰہ الا اللہ امید حکم طلب ہے حضور بسم اللہ

امان و امن صغیر و کبیر خذ بیدی
کفیل و عقدہ کشا دستگیر خذ بیدی

حزیں ملول مسافر ضعیف تشنہ دہن قوی دلیر بہادر شجاع قلعہ شکن
خلیق کم سخن و منکسر و حبیب زمن ہلال سیف کو کب ذرۂ فلک توسن

جو کچھ ہو ماہ سے تا ماہی اس کو ساز رہے
ہمیشہ زیر نگین شہ حجاز رہے

تڑپتے دور سے دیکھا جو مجھکو سرور نے کیا اشارہ امام غلام پرور نے
طلب کیا مجھے شیر خدا کے دلبر نے کہا سبھوں سے یہ سلطان فیض گستر نے

کھڑا ہے دور، پریشان، راہ دو، سرکو
ہمارے پاس بُلا لو وہاں سے زعفر کو

سرک سرک گئے سب راہ ہو گئی پیدا ہوا یہ غل کہ بلاتے ہیں آپ زعفر آ
وہیں کھڑی رہی سب فوج میں چلا تنہا پہونچ کے پاس جو دیکھا بدل گیا نقشا

خدا کی شان تھی سبط نبی کی شان نہ تھی
یہ رعب تھا کہ ذرا تن بدن میں جان نہ تھی

بنا رہی تھی شاہ کے تخت اُٹھنا گلو میں کفن دبا رہے تھے کھڑے بازوئے حسینؑ حسنؑ
رسولؐ پونچھتے جاتے تھے خونِ زخمِ بدن جناب حمزہؑ و جعفرؑ خموش فرطِ محن
حسینؑ ہنس رہے تھے تیرِ ظلم کھائے ہوئے
کھڑے تھے حیدرِ کرار سر جھکائے ہوئے

ادب ادب یہی روحانیوں کی صف میں پکار کہ ہے یہ شاہِ شہیداں کا آخری دربار
ٹھہر کے میں نے وہیں ڈال دی سپر تلوار کیا سلام پہ جھک کر بھرا جبیں میں غبار
غلام پائے شہِ دل ملول سے لپٹا
رکابِ راکبِ دوشِ رسولؐ سے لپٹا

جھکے امامِ اُمم ذوالجناح پر سے ادھر وہ ہاتھ جس میں تھی تلوار رکھ کے شانے پر
کہا گلے سے لگاتے تجھے ہم اے زعفر مگر خیال یہ ہے تو ہوا نہ ہو مضطر
لگائیں سینے سے کیا دل بہت دھڑکتا ہے
ہمارے زخموں سے زعفر لہو ٹپکتا ہے

ٹپک پڑے مرے آنسو کہا کہ ہائے حسینؑ فدائے جرأت و صبر و رضا فدائے حسینؑ
عجیب طرح سے یہ فرما کے مسکرائے حسینؑ بڑی خوشی کی جگہ ہے نہ رو برائے حسینؑ
جہان کے شہدا یوں شہید ہوتے ہیں
خدا کی راہ میں زعفر شہید ہوتے ہیں

ہزاروں زخم تھے لیکن ذرا نہ تھے بیتاب ہر ایک زخم کو بازو کے چومتے تھے جناب
کیا سوال جو میں نے دیا مجھے یہ جواب نہ پوچھ آہ ملے خاک میں عجب مہتاب
یہ زخم تیر نہیں شغلِ زندگانی ہے
ہمارے اصغرؑ بے شیر کی نشانی ہے

یہ کہہ کے سید گلگوں قبا بہت روئے برائے کشتۂ تیغِ جفا بہت روئے
گلا شہید کا یاد آگیا بہت روئے کہا پکار کے وا حسرتا بہت روئے
دعا کرا ب کہ مری زندگی وفا نہ کرے
کہا یہ میں نے کہ اے بادشا خدا نہ کرے

دعا کا حکم دو آقا نہیں ملال سے ہوش سزا اُسے امت بد کو ذرا یہ حلقہ بگوش
کہا امام نے ہاں ہاں یہ کیا خموش خموش کہا ہے میری محبت نے تیرے دل میں جوش
نہ کر شکایت امت جناب سنتے ہیں
نہ ہو خلاف رسالت مآب سنتے ہیں

کسی طرح سے اجازت نہ جب ہوئی حاصل کھڑے تھے پہلو کے دلبند علی بے دل
گرا تڑپ کے قدم پر بصورت بسمل رہا نہ ضبط پکارا کہ یا علی مشکل
کچھ آپ سعی پئے خانہ زاد فرما دیں
مجھے اجازت سید الحضور دلوا دیں

اٹھا کے مجھکو قدم پر سے یہ کہا زعفر خبر حسین کی لی تو نے مرحبا زعفر
ازل سے پیش نظر تھا یہ ماجرا زعفر عجیب حال ہے میرے حسین کا زعفر
سنا جس امر میں یہ خوش رہیں وہی کرنا
امام وقت ہیں جو کچھ کہیں وہی کرنا

انھیں سے عرض کرانے تاجدار ملک وفا کریں حسین جو ارشاد بس وہی ہے بجا
انھیں کا آج ہے زعفر یہ حوصلہ بخدا مدد کو آئے تھے یہ سب جواب صاف دیا
وحید عاشق و معشوق ہیں زمانے میں
یہ جان دینے میں یکتا وہ ناز اٹھانے میں

فلک سے جلوہ انھیں نورِ حق دکھاتا ہے — کسی کو جیسے کوئی دور سے بلاتا ہے
یہ صبر کرتے ہیں مالک کو پیار آتا ہے — کب اس طرح کوئی دربارِ حق میں جاتا ہے
خدا کے حکم سے لینے کو سب ہیں آئے ہوئے
یہ فکر ندر میں اس دم ہیں سر جھکائے ہوئے

شہید اب کوئی دم میں یہ بادشاہ ہوگا — سر اس کا تن سے مرے سامنے جدا ہوگا
کھڑا ہوں زعفر اسی فکر میں کہ کیا ہوگا — نہ یہ ملک نہ یہ انبوہِ انبیا ہوگا
ڈھلے گا دن تو قیامت یہاں بپا ہوگی
یہ ہوں گے خلد میں سنسان کربلا ہوگی

بیان حیدرِ صفدر نے تب یہ فرمایا — نظر میں ایک اندھیرا سا دفعتاً چھایا
پھر آ حسینؑ کی جانب قلق سے گھبرایا — ادب سے باندھ کے ہاتھوں کو میں یہ چلایا
اگر غلام نہ اس وقت کام آئے گا
ہنسیں گے لوگ جہاں میرا نام آئے گا

نہ لیں گے پھول کبھی نام بلبلِ شیدا — نہ ہوگی شمع کو پروانے کی کبھی پروا
رہے گا خاطرِ پیرو کبھی نہ راہ نما! — کسی کو ہوگی نمک خوار سے نہ چشمِ وفا
کہیں گے سب کہ امید اٹھ گئی بھلائی کی
بڑی حسینؑ سے زعفر نے بے وفائی کی

رحیم و عادل و منصف ملک سیر آقا — لڑوں گا فوج سے میں حضرت بشر آقا
ہاں سے لوٹ تو نہ جاؤں گا نہیں کے گھر آقا — رہوں گا نادم و افسردہ عمر بھر آقا
ادا نہ ہوگی وصیت شکستہ دل ہوگا
پدر کی روح سے قدسی بہت خجل ہوگا

کہا امامِ زماں نے محال ہے زعفر　　بچے حسینؑ مگر یہ خیال ہے زعفر
یہ آفتاب بسر بُرجِ الزوال ہے زعفر　　اکیلے ہو گئے ہم جی نڈھال ہے زعفر

قضا کو ڈھونڈھ رہا ہے بلا نصیب حسینؑ
کھڑا ہے خود ملک الموت کے قریب حسینؑ

ہمارے ساتھ ذرا تھوڑی دور چل زعفر　　کیا اشارہ بڑھا اسپ شاہ جن و بشر
رکاب تھام لی میں نے جبا عرق میں تر　　گئے جو گوشۂ صحرا میں سبطِ پیغمبرؐ

درخت خشک و پریشاں تھے اور پستی تھی
عجب طرح کی اُداسی وہاں برستی تھی

پڑی تھی ایک جوانِ حسین کی لاش وہاں　　پھرا ہوا طرفِ قبلہ چہرۂ تاباں
نشاں کا چاند سے سینہ پر اس کے زخم عیاں　　تمام کاسۂ سر چور چور خون رواں

ستم کا پیچ پڑا زلف کا اشارہ تھا
سیاہ جلد کا قرآن پارہ پارہ تھا

زمیں پہ تھے پریشان ادھر ادھر گیسو!　　ہوا سے آ گئی زلفِ رسولؐ کی خوشبو
ٹپک رہے تھے سرہانے حسین کے آنسو　　جگر کا تھا زرہ و چار آئینہ میں لہو

چمک رہی تھی جبیں آفتاب کی صورت
ملی تھی اس کو رسالت مآب کی صورت

ہوا سے لاش پر اُڑ اُڑ کے ذرے آتے تھے　　ستارے دھوپ میں اس چاند کو چھپاتے تھے
نشان حضرت یوسف کے پائے جاتے تھے　　عجب خوشی تھی شہادت کی مسکراتے تھے

کمال چین سے گرد و غبار میں سو گئے
جوارِ رحمتِ پروردگار میں سو گئے

بہار سبزۂ عارض ہزار دل سے پسند — جو دیکھ لے کوئی دولھا بھی تو کرے اسپند
عروج حسن و جوانی کی نیند سے آنکھیں بند — عیاں شکوہ سے ہیں بادشاہ کے فرزند
جو کاٹ لے کوئی سر بھی نہ کچھ صدا دیں گے
یہ ایسے سوئے ہیں کروٹ نہ حشر تک لیں گے

حسین پیار سے تکتے تھے لاش کی صورت — جھکے ہوئے تھے یہ تھی دل میں درد کی شدت
قریب تھا کہ گریں ذو الجناح سے حضرت — کیا غلام سے ارشاد تھام کے رقت
گئے یہ جان سے کیوں جانتا ہے تو زعفر
یہ کون ہیں انھیں پہچانتا ہے تو زعفر

ہمارے جان و جگر تھے یہی علی اکبر — ہمارے نور نظر تھے یہی علی اکبر
ہمارے رشک قمر تھے یہی علی اکبر — ہمارے شبہ پیمبر تھے یہی علی اکبر
ہوئے ضعیف کدھر جائیں ہم عصا نہ رہا
ہماری زیست کا زعفر کوئی مزا نہ رہا

بیاں کروں ادب ان کا محبتیں ان کی — غلام سے کبھی نہ بھولیں گی اطاعتیں ان کی
وہ جاگنا وہ شبوں کو عبادتیں ان کی — پسند تھیں مجھے بچپن سے عادتیں ان کی
مصلیوں کے دل ان کی اذاں سے بڑھتے تھے
ہمیشہ یہ مرے پیچھے نماز پڑھتے تھے

حسین یہ فرما رہے تھے مجھ سے آہ — کہ میں نے کی طرف لاش شہید نگاہ
کھلے ہوئے تھے لب خشک اکبر ذیجاہ — تھا ان میں حلقۂ خاتم کی شکل جانب ماہ
تمدنی نہ غنچہ صفت پائی لاش کے منہ میں
انگوٹھی ایک نظر آئی لاش کے منہ میں

رہی نہ تاب تو کہا میانے یا امام اُمم | یہ شاہزادے کے منھ میں ہے کس لیے خاتم
کیا جناب نے ارشاد کیا بتائیں ہم | یہ دی تھی اس لیے ہم نے کہ پیاس ہو کچھ کم

فرات سامنے تھی میہمان جا نہ سکا
حسینؑ پیاس میں پانی انھیں پلا نہ سکا

عجب اذیتِ زخمِ سنانِ ظلم سہی | جہاں گرے تھے وہاں نہر سی لہو کی بہی
سُنی نہ اور کی اپنی نہ کچھ انھوں نے کہی | نکل گیا دم انگوٹھی مگر دہن میں رہی

یہ ان کا حال ہوا جی سے میاں گزر نہ گیا
شہید ہوگئے اکبرؑ حسینؑ مر نہ گیا

تجھی سے پوچھتے ہیں اضطراب ہو کہ نہ ہو | حیات سے ہمیں اب اجتناب ہو کہ نہ ہو
ضعیف کو غمِ اہلِ شباب ہو کہ نہ ہو | کچھ ان کی روح سے ہم کو حجاب ہو کہ نہ ہو

یہ ہم سے چھٹ گئے کیا کیا ہمیں الم نہ ہوئے
ہزار شکر بہت بے قرار ہم نہ ہوئے

نگاہ کی طرف آسماں چلے حضرت | جہاں کھڑے تھے وہیں آئے ٹھہر گئے ہمت
کہا سبھوں سے ملاقات ہو چکی رخصت | فرشتے جائیں فلک پر نبیؐ سوئے جنت

جدھر سے لائے ہیں تشریف سب اُدھر جائیں
فقط یہاں ملک الموت اب ٹھہر جائیں

نہ مانے کوئی بھلا کس طرح سے حکم امام | روانہ ہوگئے سب خیر خواہ بعد سلام
کھڑا تھا سامنے آقا کے دست بستہ غلام | کہا کہ دیکھ لیا اب نہیں مقام کلام

تجھے جو چاہیے تھا وہ کیا خدا حافظ
بس اے حسینؑ کے جاں باز جا خدا حافظ

مجال میری نہ تھی پھر کہ میں ٹھہر جاتا — خفا ذرا بھی جو ہوتے کہا کہ ٹھہر جاتا
کچھ اس میں شبہ نہ تھا جانب سقر جاتا — نہ موت آئی بہت خوب تھا جو مر جاتا
ہزار حیف نہ کچھ پوچھ کس طرح سے چلا
خدا ہی خوب ہے آگاہ جس طرح سے چلا

نہ ہوش تھا مجھے مطلق کہ راستہ ہے کدھر — جنوں کی فوج تھی پیچھے برہنہ سر یکسر
نشاں اداس مثول گرد تھی پھریروں پر — شکست پا کے پھرے جس طرح کوئی لشکر
کئے تھے میری طرح چاک سب گریباں کو
سپاہ جیسے پھرے دفن کرکے سلطاں کو

پہونچ گیا اسی صورت سے اپنے گھر میں جب — بیان حال کیا والدہ سے اس دم سب
کہا یہ پیٹ کے سر کو انھوں نے ہائے غضب — نہ دیر ہو مجھے تو اپنے ساتھ لے چل اب
رہے نہ فقط در ماتم یہ حکم دے کے چلا
تمام اہل و عیال اپنے ساتھ لے کے چلا

میان راہ ملا ایک جن ہوا گویا — ٹھہر گیا تھا ذرا میں نہ ہاں بتاؤں کیا
گرے ہیں رن میں ابھی ذوالجناح سے آقا — ہر ایک سمت سے مقتل میں آرہی ہے صدا
بلند مرتبہ شاہے ز صدر زیں افتاد
اگر غلط نہ کنم عرش بر زمیں افتاد

سنا جو یہ تو چلا اور جلد گھبرایا — مگر فلک نے عجب شدت مجھکو پہونچایا
کہ انتقال امام امم نے فرمایا — ہر ایک شے میں تنزل مجھے نظر آیا
بلند تھیں یہ صدائیں تمام صحرا سے
قیامت آئی سدھارے حسین دنیا سے

ہجوم تھا جو نہایت نظر نہ آئے علی　　مگر یہ دور سے آئی مجھے صدائے علی
پڑی ہوئی ہے یہاں لاش کیا بتائے علی　　یہ ظلم دیکھے ہیں کس باپ نے سوائے علی
دکھائی دے ہمیں کیا نور عین قتل ہوئے
ہمارے سامنے زعفر حسینؑ قتل ہوئے

تمام فوج میں غل تھا امام کو مارا　　خوشی ہوئی کہ شہ خاص و عام کو مارا
غریب و تشنہ لب و تشنہ کام کو مارا　　بلا سے سید عالی مقام کو مارا
گئی بہار خزاں فاطمہ کا باغ ہوا
مزار احمد مختار بے چراغ ہوا

کہیں بلند تھی افغان صاحب معراج　　کہیں یہ دھوم کہ برپا ہوئی قیامت آج
کہیں یہ غل کہ ہے بے گور خلق کا سرتاج　　کہیں یہ شور کہ غسل و کفن کو ہے محتاج
دُر یگانۂ دریائے مجمع البحرین
بخول طپیدۂ کرب و بلا امام حسین

بڑھا وہاں سے جو آگے میں بقرار افسوس　　فلک کو دیکھ کے کہتا تھا بار بار افسوس
خدا کا خوف نہ رکھتے تھے اہل نار افسوس　　بڑے غضب کا ہوا سامنا ہزار افسوس
قناتیں خیمۂ شہ کی تمام جلتی تھیں!
اسیر ہو کے نبی زادیاں نکلتی تھیں

وہ ظلم اور وہ تھوڑا سا دن وہ غم کے سحاب　　نکل رہے تھے شقی لوٹ لوٹ کے اسباب
نبی کی آل کے رخ بے نقاب دل بیتاب　　چھپائے شرم سے منہ آفتاب عالم تاب
تڑپ کے روح جناب بتولؑ روتی تھی
کھلے تھے بال اسیروں کے شام ہوتی تھی

میان خیمۂ زنگاری حسینؑ دھواں ستوں جھکے ہوئے پردے گرے ہوئے ویراں
یہاں سے جل کے گرا اسباب گئیں سمت کے وہاں صدائے روح آتی تھی ہم اس کے ہیں زباں

یہاں سے آج قدم بی بیاں بڑھاتی ہیں
جناں میں آگ لگی حوریں نکلی آتی ہیں

خیام شاہ میں تھے بدگماں قیامت تھی کھڑی تھیں صحن میں شہزادیاں قیامت تھی
لگی تھی آگ وہ چھپتیں کہاں قیامت تھی یہاں بپا تھی قیامت وہاں قیامت تھی

ادھر تو خیمۂ گردوں اساس لٹتا تھا
ادھر حسینؑ کا رن میں لباس لٹتا تھا

لعین لوٹتے پھرتے تھے سب ادھر سے ادھر لیے ہوئے کوئی جلاد موزۂ سرور
کسی کے ہاتھ میں خلخال دختر حیدر کسی کے پاس تھی کلغی کوئی لیے مغفر

نقاب چہرۂ مولا کسی کے ہاتھ میں تھی
ردائے دختر زہرا کسی کے ہاتھ میں تھی

کسی کے پاس کمربند سید الشہدا کسی کے پاس دُر گوش دختر آقا
کسی کے ہاتھ میں کرتا کسی کے پاس قبا لیے ہوئے کوئی قرآن مصحف زہرا

کسی کے ہاتھ میں تیغوں سے چاک جامہ تھا
کسی کے پاس لہو سے بھرا عمامہ تھا

اٹھا کے ہاتھ ستمگر جو پاس آتے تھے نہ پاؤں اٹھتے تھے معصوم سہم جاتے تھے
سب اس غلام کے اطفال منہ بڑھاتے تھے ہٹا ہٹا کے انھیں خود طمانچے کھاتے تھے

ردائیں اہل حرم کی جو چھینے لیتے تھے
تو چادریں مرے ناموس اتارے دیتے تھے

کھڑے تھے خیمۂ سرور میں ایک جا ظالم
لیے ہوئے کوئی خنجر کوئی حسام دو دم
کسی کے ذبح کو قاتل ہوں آپ طرح سے بہم
چلا وہ غول وہاں سے ہوا یہ غل پیہم

ضعیف و زار کو قیدی بنا کے لاتے ہیں
پہن کے طوق و سلاسل امام آتے ہیں

ہزار حیف نظر آئے اس طرح سجادؑ
کہ آگے آگے تھے حدّاد ادھر ادھر جلاد
خمیدہ تھے صفت طوق عابد ناشاد
قدم قدم یہ صدا بیڑیوں کی تھی فریاد

کلام ضعف و مرض تھا مقام عبرت ہے
پکارتی تھی اسیری مجھے ندامت ہے

برابر ان کے سکینہ سفید رنگ نڈھال
رسن بندھی تھی بازو کبود چاند سے گال
لہو تو کان سے بہتا ہوا کھلے ہوئے بال
پلی تھی گود میں بچپن سے چاہتی تھی کمال

ترتیب سے جو ہٹاتے تھے وہ نہ ہٹتی تھی
مچل مچل کے بہن بھائی سے لپٹتی تھی

اسی طرح تھیں ادھر ایک فاطمہ تمکیں
سر ان کا چوب سے زخمی لہو سے لال جبیں
رسولؐ کی تھیں نواسی ہر ایک دل کو یقیں
رباب حضرت زینب کے پیچھے پیچھے تھیں

ادب سے ان کے برابر برہنہ سر جبریل
عوض نقاب کے رو کے ہوئے تھے پر جبریل

جنوں سے میں نے پیر کی سر کو پیٹ کے تقریر
ادھر سے پھیر لو منھ کو نہ اب کرو تاخیر
برہنہ سر ہیں مرے بادشاہ کی ہمشیر
کہاں یہ ظلم کہاں دختر جناب امیرؑ

رسن میں ہاتھ بندھے اللہ کی دہائی ہے
یہ وہ ہیں چادر تطہیر جن کو آئی ہے

ردا کو پھینک کے دوڑی گئیں مری مادر
بلائیں لے کے گریں پائے بنتِ زہراؑ پر
گرا میں حضرتِ سجادؑ کے قدم پہ ادھر
لگائیں بیڑیاں آنکھوں سے عرض کی یہ مگر
ملے جو حکم لعینوں کو دے سزا زعفر
کہا نہیں جو ہوا خیر وہ ہوا زعفر

ہمارا حال یہ ہی صبر دے خدا ہم کو
قلق اٹھانے ہیں اس سے بھی کچھ سوا ہم کو
یہ حکم دے گئے ہیں شاہ کربلا ہم کو
کیا نہ صبر تو ہوگا بڑا گلا ہم کو
قسم خدا کی بڑا کام کر گئے بابا
جلا کے دین پیمبر کو مر گئے بابا

شریک حال ہوا اجر دے تجھے داور
ہمارے سر کی قسم جا بس اب یہاں نہ ٹھہر
جو ہو سکے تو یہی بات سب سے ہے بہتر
ہمیشہ روئیو بیکس حسینؑ کو زعفر
ثواب ہوگا تجھے مجلس عزا کرنا
ہمیشہ ماتم ابن علیؑ کیا کرنا

شروع میں نے یہ نوحہ کیا حسینؑ حسینؑ
چلا وہاں سے میں کہتا ہوا حسینؑ حسینؑ
ہر ایک سمت سے آئی صدا حسینؑ حسینؑ
جبھی سے ورد ہے صبح و مسا حسینؑ حسینؑ
جو اشک تھمتے ہیں تو بیقرار ہوتا ہوں
یہ نام اس لیے لکھتا ہوں اور روتا ہوں

زباں کو روک لب اے عشق ہے مقام ادب
یہ عرض کر شہ کونین کی جناب میں اب
غلام خاص ہے آقا امیدوار طلب
جہاں میں ذرہ نواز آپ سا ہے کوئی کب
دل شکستہ مرا آج شاد فرمادیں
حضور مرثیہ پر مہر صاد فرمادیں

۷۸۶

دوسرا مرثیہ

مندرجہ ذیل مرثیہ میں زیارت مقدسہ ناحیہ کے فقرات یا اُن فقرات کے مفہوم کا ترجمہ نظم کیا گیا ہے، کہیں پورے بند میں مقررہ فقرات کا ترجمہ لایا گیا ہے اور کسی جگہ بند کے کسی جزو میں پایا جاتا ہے۔ جن فقرات کا ترجمہ جس بند میں نظم ہے اُن کو اُس بند کے اوپر لکھ دیا گیا ہے تاکہ پڑھنے والے حضرات ترجمہ کو اصل سے مطابق کر سکیں۔

مطلع

سلام عشق کا تم سب پہ اے عزادارو نصیب مرحمتِ داور اے عزادارو
فغاں سے بزم بنے محشر اے عزادارو خدا سے عرض کرو دم بھر اے عزادارو
دعائے عشق الٰہی قبول ہو جائے
ظہورِ قائم آلِ رسولؑ ہو جائے

امامِ منتظر و حجت خدا صاحب خدیو مملکت گریہ و بکا صاحب
وصی و وارثِ مہمان کربلا صاحب شریکِ بزم عزا صاحب عزا صاحب
ہوا ضرور ہے شہ مشرقین کا پُرسا
امامِ عصرؑ کو دیں سب حسینؑ کا پُرسا

رقم زیارت پُر درد کے ہیں سب مضموں یہ ترجمہ ہے کلام امامؑ کا موزوں
کلام عشق نہ اعجاز ہے نہ ہے افسوں مگر نہیں ہے تعجب جو گریہ ہو افزوں
سُنو یہ مرثیہ گو میرے نام کا ہوگا
اثر ضرور کلامِ امامؑ کا ہوگا

جناب مہدئ دیں مبتلائے دردو الم حسینؑ کے ہیں عزادار و صاحب ماتم
پڑھی ہے جب یہ زیارت عجیب تھا عالم ہزار مرثیے تھے دفتر مصیبت و غم
سُنے جو کوئی، یہ روئے کہ دم اُلٹ جائے
عجب نہیں کہ کلیجہ قلق سے پھٹ جائے

نہ شعر کی ہے رعایت نہ واہ سے مطلب ثواب ہو، نہیں کچھ آرزوئے شہرت اب
حدیث مرثیہ، حُضّار اہل علم و ادب یہ ہیں سحابِ عطا، مجھ کو موتیوں کی طلب
یہی کہیں جو بہاتے ہیں اشک روتے ہیں
سوادِ نامۂ اعمالِ عشقؔ دھوتے ہیں

کم آج کل ہے توجہ زیادہ فرمانا ذرا جو طول ہو تو مرثیہ ہے افسانا
بہت عسیر نہ تھا قیدِ نظم میں لانا ادھیں اشارہ ہے کافی جو لوگ ہیں دانا
بیان سنتے ہیں مجھ سے فقط حقیقت کے
دلوں میں ہیں فقرات اوّل زیارت کے

زیارت ناحیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلسَّلَامُ عَلٰى اٰدَمَ صِفْوَةِ اللّٰهِ مِنْ خَلِيْقَتِهٖ ۔ اَلسَّلَامُ عَلٰى شِيْثٍ وَلِيِّ اللّٰهِ وَخِيَرَتِهٖ ۔ اَلسَّلَامُ عَلٰى اِدْرِيْسَ الْقَائِمِ بِحُجَّتِهٖ ۔ اَلسَّلَامُ عَلٰى نُوْحٍ نِ الْمُجَابِ فِيْ دَعْوَتِهٖ ۔ اَلسَّلَامُ عَلٰى هُوْدِ نِ الْمَمْدُوْدِ مِنَ اللّٰهِ بِمَعُوْنَتِهٖ ۔ اَلسَّلَامُ عَلٰى صَالِحِ نِ الَّذِيْ تَوَّجَهُ اللّٰهُ بِكَرَامَتِهٖ ۔ اَلسَّلَامُ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ الَّذِيْ حَبَاهُ اللّٰهُ بِخُلَّتِهٖ ۔ اَلسَّلَامُ عَلٰى اِسْمٰعِيْلَ الَّذِيْ

فَدَاهُ اللّٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ مِنْ جَنَّتِهِ - اَلسَّلَامُ عَلٰى اِسْحٰقَ
الَّذِيْ جَعَلَ اللّٰهُ النُّبُوَّةَ فِيْ ذُرِّيَّتِهِ - اَلسَّلَامُ عَلٰى يَعْقُوْبَ
الَّذِيْ رَدَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ بَصَرَهُ بِرَحْمَتِهِ - اَلسَّلَامُ عَلٰى
يُوْسُفَ الَّذِيْ نَجَّاهُ اللّٰهُ مِنَ الْجُبِّ بِعَظَمَتِهِ - اَلسَّلَامُ
عَلٰى مُوْسَى الَّذِيْ فَلَقَ اللّٰهُ الْبَحْرَ لَهٗ بِقُدْرَتِهِ - اَلسَّلَامُ
عَلٰى هَارُوْنَ الَّذِيْ خَصَّهُ اللّٰهُ بِنُبُوَّتِهِ - اَلسَّلَامُ عَلٰى
شُعَيْبٍ الَّذِيْ نَصَرَهُ اللّٰهُ عَلٰى اُمَّتِهِ - اَلسَّلَامُ عَلٰى دَاوٗدَ
الَّذِيْ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ مِنْ خَطِيْئَتِهِ - اَلسَّلَامُ عَلٰى سُلَيْمَانَ
الَّذِيْ ذَلَّتْ لَهُ الْجِنُّ بِعِزَّتِهِ - اَلسَّلَامُ عَلٰى اَيُّوْبَ الَّذِيْ
شَفَاهُ اللّٰهُ مِنْ عِلَّتِهِ - اَلسَّلَامُ عَلٰى يُوْنُسَ الَّذِيْ اَنْجَزَ اللّٰهُ
لَهٗ مَضْمُوْنَ عِدَّتِهِ - اَلسَّلَامُ عَلٰى عُزَيْرٍ الَّذِيْ اَحْيَاهُ
اللّٰهُ بَعْدَ مَيْتَتِهِ - اَلسَّلَامُ عَلٰى زَكَرِيَّا الصَّابِرِ فِيْ مِحْنَتِهِ
اَلسَّلَامُ عَلٰى يَحْيَى الَّذِيْ اَزْلَفَهُ اللّٰهُ بِشَهَادَتِهِ
اَلسَّلَامُ عَلٰى عِيْسٰى رُوْحِ اللّٰهِ وَكَلِمَتِهِ - اَلسَّلَامُ عَلٰى مُحَمَّدٍ
حَبِيْبِ اللّٰهِ وَصِفْوَتِهِ - اَلسَّلَامُ عَلٰى اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيِّ بْنِ
اَبِيْ طَالِبٍ الْمَخْصُوْصِ بِاُخُوَّتِهِ اَلسَّلَامُ عَلٰى فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ اِبْنَتِهِ
اَلسَّلَامُ عَلٰى اَبِيْ مُحَمَّدٍ الْحَسَنِ وَصِيِّ اَبِيْهِ وَخَلِيْفَتِهِ

جہاں میں حضرت آدمؑ سے تا رسول انام — نبیؐ سے تا حسنؑ مجتبیٰ بلند مقام
ہوئے ہیں جتنے پیمبر وصی شہید امام — سبھوں کے ذکر مراتب سلام نام بنام
نہیں کچھ اور ہے سب کچھ خیال فرمائیں
ذرا ملاحظہ اہل کمال فرمائیں

اَلسَّلَامُ عَلَى الْحُسَيْنِ الَّذِي سَمَحَتْ نَفْسُهُ بِمُهْجَتِهِ ۔ اَلسَّلَامُ عَلٰى مَنْ اَطَاعَ اللّٰهَ فِي سِرِّهِ وَعَلَانِيَتِهِ ۔ اَلسَّلَامُ عَلٰى مَنْ جَعَلَ اللّٰهُ الشِّفَاءَ فِي تُرْبَتِهِ ۔ اَلسَّلَامُ عَلٰى مَنِ الْاِجَابَةُ تَحْتَ قُبَّتِهِ

حسنؑ کے بعد سلام خدائے کون و مکاں حسین پر کہ ہوئے اسکی راہ میں بیجاں
نچھوڑی ظاہر و باطن اطاعت یزداں شفا ہمیشہ ہے تربت کے نام پر قرباں
نصیب جاگ اُٹھے تحت قبّہ سونے کا
عجب محل ہے دعا کے قبول ہونے کا

اَلسَّلَامُ عَلٰى مَنِ الْاَئِمَّةُ مِنْ ذُرِّيَّتِهِ ۔ اَلسَّلَامُ عَلَى ابْنِ خَاتَمِ الْاَنْبِيَاءِ ۔ اَلسَّلَامُ عَلَى ابْنِ سَيِّدِ الْاَوْصِيَاءِ ۔ اَلسَّلَامُ عَلَى ابْنِ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ

سلام ایزدِ باری کا اُس شہِ دیں پر کہ نو پسر ہوئے جسکے امامِ جن و بشر
سلامُ اُسے جو ہے فرزندِ شافعِ محشر سلام اس کو جو ہے ابن ساقی کوثر
سلام بارِ شفاعت اُٹھانے والے پر
سلام فاطمہؑ کی محنتوں کے پالے پر

اَلسَّلَامُ عَلَى ابْنِ خَدِيجَةَ الْكُبْرٰى ۔ اَلسَّلَامُ عَلَى ابْنِ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۔ اَلسَّلَامُ عَلَى ابْنِ جَنَّةِ الْمَاْوٰى ۔ اَلسَّلَامُ عَلَى ابْنِ زَمْزَمَ وَالصَّفَا ۔ اَلسَّلَامُ عَلَى الْمُرَمَّلِ بِالدِّمَاءِ
اَلسَّلَامُ عَلٰى مَهْتُوكِ الْخِبَاءِ

سلام اُسے جو ہے ابن خدیجۃ الکبرا سلام اُس کو جو ہے طفل سدرہ وطوبا
سلامُ اُس کو جو ہے ابن جنّت الماوا سلام اس کو جو ہے ابن زمزم ابن صفا
سلام اس کو بدن تھا لہو میں ترجس کا
سلام اُس کو لٹا کربلا میں گھر جس کا

اَلسَّلَامُ عَلٰی خَامِسِ اَصْحَابِ الْکِسَاءِ۔ اَلسَّلَامُ عَلٰی غَرِیْبِ الْغُرَبَاءِ

اَلسَّلَامُ عَلٰی شَہِیْدِ الشُّہَدَآءِ۔ اَلسَّلَامُ عَلٰی قَتِیْلِ الْاَدْعِیَاءِ۔

سلام حق اسی بیکس کے حق میں زیبا ہے ۔۔ جہاں میں خامس آل کسا جو یکتا ہے

سلام اسے جو غریب و وحید و یکتا ہے ۔۔ سلام اسے جو شہیدوں میں سب سے اعلیٰ ہے

قتیل جور و جفا ہے خدا کا پیارا ہے

سلام اس کو جسے فاسقوں نے مارا ہے

اَلسَّلَامُ عَلٰی سَاکِنِ کَرْبَلَاءِ۔ اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنْ بَکَتْہُ مَلَآئِکَۃُ السَّمَاءِ

سلام اسے جو رہا کربلا کے صحرا میں ۔۔ قیام جس نے کیا کربلا کے صحرا میں

کٹا ہے جس کا گلا کربلا کے صحرا میں ۔۔ مزار جس کا بنا کربلا کے صحرا میں

شفق عیاں ہوئی برسا لہو فلک روئے

سلام اس کو فلک پر جسے ملک روئے

اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنْ ذُرِّیَّتُہُ الْاَزْکِیَاءِ۔ اَلسَّلَامُ عَلٰی یَعْسُوْبِ الدِّیْنِ

اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنَازِلِ الْبَرَاہِیْنِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَی الْاَئِمَّۃِ السَّادَاتِ

سلام اس گل بے خار پر ہزار ہزار ۔۔ عطا ہوئی جسے اولاد طاہر و ابرار

سلام اس کو جو اسلام کا ہوا سردار ۔۔ سلام باد بجا ہائے حجت غفار

ہمیشہ زندہ ہے نیکوں کا نام نام خدا

سلام آئمہ سادات پر سلام خدا

اَلسَّلَامُ عَلَی الْجُیُوْبِ الْمُضَرَّجَاتِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَی الشِّفَاہِ

الذَّابِلَاتِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَی النُّفُوْسِ الْمُصْطَلَمَاتِ ۔

اَلسَّلَامُ عَلَی الْاَرْوَاحِ الْمُخْتَلَسَاتِ۔ اَلسَّلَامُ عَلٰی

اَلْاَجْسَادِ الْعَارِيَاتِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَى الْجُسُوْمِ الشَّاحِبَاتِ۔

دریدہ تھے جو گریباں سلام ہو اُن پر　　جو ہونٹ تھے گلِ حرماں سلام ہو اُن پر
نفوس تھے جو پریشاں سلام ہو اُن پر　　بدن پڑے تھے جو عریاں سلام ہو اُن پر

ریاضِ دہر میں پژمردہ وہ نہال ہوئے
پڑی جو دھوپ تغیر ادھیں کمال ہوئے

اَلسَّلَامُ عَلَى الدِّمَاءِ السَّائِلَاتِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَى الْاَعْضَاءِ الْمُقَطَّعَاتِ
اَلسَّلَامُ عَلَى الرُّؤُسِ الْمُشَالَاتِ

سلام اُن کو لہو تھے جو زخموں سے جاری　　سلام اُن کو جن اعضا میں زخم تھے کاری
وہ پارہ پارہ ہوئے بہرِ ایزدِ باری　　لباسِ سبز کے ٹکڑے تھے بھاہے زنگاری

شرف میں نیرِ اعظم سے بھی دوچند ہوئے
سلام اُن کو جو سر نیزوں پر بلند ہوئے

اَلسَّلَامُ عَلَى النِّسْوَةِ الْبَارِزَاتِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَى حُجَّةِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

سلام اُن کو جو شہزادیاں ہوئیں مضطر　　تڑپ تڑپ کے نکل آئیں خیمہ سے باہر
کھڑی تھیں برہنہ پا بے نقاب برہنہ سر　　ستم ہوئے ہیں وہ اُن پر کہ سُن سکے نہ بشر

سلام عصمتیانِ سرادقِ عمر پر
سلام حجت پروردگار عالم پر

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلٰى اٰبَائِكَ الطَّاهِرِيْنَ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلٰى اَبْنَائِكَ
الْمُسْتَشْهَدِيْنَ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلٰى ذُرِّيَّتِكَ النَّاصِرِيْنَ

سلام آپ پر اے رکنِ دیں حسینؑ امام　　سلام آپ کے آبائے طاہریں کو سلام
سلام آپ کے فرزندوں پر جو ہیں گلفام　　ہوئے شہید شہادت کا اُن سے چمکا نام

سلام اُن کو بھی جو ہیں ذریت آپکی حضرت
جنھوں نے جان سے کی نصرت آپکی حضرت

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ وَعَلَی مَلَائِکَۃِ الْمُصَافِحِیْنَ۔ اَلسَّلَامُ عَلَی
الْقَتِیْلِ الْمَظْلُوْمِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَی اَخِیْہِ الْمَسْمُوْمِ۔ اَلسَّلَامُ
عَلَی عَلِیٍّ نِ الْکَبِیْرِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَی الرَّضِیْعِ الصَّغِیْرِ۔

سلام آپ پر اور اُن پر اے شہِ مغموم فرشتے روضے میں رہتا تھا جنکا روز ہجوم
انھیں سلام خدا جو قتیل ہیں مظلوم سلام اُن کو برادر جو آن کے ہیں مسموم
سلام صورت احمدؐ علی اکبر پر
سلام خالق اکبر علی اصغر پر

اَلسَّلَامُ عَلَی الْاَبْدَانِ السَّلِیْبَۃِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَی الْعِتْرَۃِ الْقَرِیْبَۃِ
اَلسَّلَامُ عَلَی الْمُجَدَّلِیْنَ فِی الْفَلَوَاتِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَی النَّازِحِیْنَ
عَنِ الْاَوْطَانِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَی الْمَدْفُوْنِیْنَ بِلَا اَکْفَانٍ

سلام اُن بدنوں پہ پڑے تھے جو عریاں سلام انھیں جو ہیں خویش و قریب شاہ زماں
سلام انکو جو کشتے تھے اور تھا میداں سلام انھیں وطنوں سے جو دور تھے بیجاں
سلام اُن کو جو تھے صاحب کفن افسوس
جو کربلا میں ہوئے دفن بیکفن افسوس

اَلسَّلَامُ عَلَی الرُّؤُوْسِ الْمُفَرَّقَۃِ عَنِ الْاَبْدَانِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَی
الْمُحْتَسِبِ الصَّابِرِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَی الْمَظْلُوْمِ بِلَا نَاصِرٍ

سلام اُن کو جو سر ہو گئے تنوں سے جدا سلام اُس کو جو کہتا رہا رضا بقضا
کیا وہ صبر کسی سے کبھی جو ہو نہ سکا سلام اُسے جو مسافر ستم رسیدہ تھا
ہوا تباہ کسی نے مدد نہ کی اُس کی
خدا گواہ کسی نے مدد نہ کی اُس کی

اَلسَّلَامُ عَلٰی سَاکِنِ التُّرْبَۃِ الزَّاکِیَۃِ ۔ اَلسَّلَامُ عَلٰی صَاحِبِ الْقُبَّۃِ السَّامِیَۃِ ۔ اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنْ طَھَّرَہُ الْجَلِیْلُ

سلام اُس کو جو تھا خاک پاک کا ساکن — سلام اُسکو جو سب عاصیوں کا تھا مُحسن
بلند قبّے کا صاحب امام اِنس و جن — کسے ہوئے یہ مراتب یہ منزلت ممکن

دیا سلام کا تحفہ کفیل نے اُس کو
کیا ہے پاک خدائے جلیل نے اُس کو

اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ افْتَخَرَ بِہٖ جِبْرَئِیْلُ ۔ اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنْ نَاغَاہُ فِی الْمَھْدِ مِیْکَائِیْلُ ۔ اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنْ نُکِثَتْ ذِمَّتُہٗ ۔ اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنْ ھُتِکَتْ حُرْمَتُہٗ ۔ اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اُرِیْقَ بِالظُّلْمِ دَمُہٗ

سلام اس کو جو تھا فخرِ حضرتِ جبریل — سلام اُسکو سلاتے تھے جس کو میکائیل
شکستِ عہد میں عدائے دیں نے کی تعجیل — روا سمجھ گئے حرمت کی ہتک خوار و ذلیل

پڑا رہا تن مجروح قبلہ رو جس کا
سلام ہو اُسے ناحق بہا لہو جس کا

اَلسَّلَامُ عَلَی الْمُغَسَّلِ بِدَمِ الْجِرَاحِ ۔ اَلسَّلَامُ عَلَی الْمُجَرَّعِ بِکَاسَاتِ الرِّمَاحِ

سلام اُس کو یہ جس نے ستم اُٹھایا ہے — لہو سے زخموں کے میت نے غسل پایا ہے
سلام اُسے جسے غم بھوک میں کھلایا ہے — پیالہ نیزے کے ہر زخم کو بنایا ہے

نشانِ دعوتِ مہماں عیاں جفا سے تھے
جو پھل تھے برچھیوں کے آبدار کاسے تھے

اَلسَّلَامُ عَلَی الْمُضَامِ الْمُسْتَبَاحِ ۔ اَلسَّلَامُ عَلَی الْمَنْحُوْرِ فِی الْوَرٰی

اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنْ تَوَلّٰی دَفْنَہٗ اَھْلُ الْقُرٰی۔ اَلسَّلَامُ عَلَی الْمَقْطُوْعِ الْوَتِیْنِ

سلام اُس کو ستم کرکے جس کو لوٹ لیا کیا گیا جو حزیں نحر، آب تیغ پیا
سلام اُسے جسے اہلِ قرٰی نے دفن کیا سلام اُس کو جسے ہر طرح سے رنج دیا
بدن سے جس کا سرِ پاک یاس میں کاٹا
ستم سے جس کی رگ جاں کو پیاس میں کاٹا

اَلسَّلَامُ عَلَی الْمُحَامِیْ بِلَا مُعِیْنٍ۔ اَلسَّلَامُ عَلَی الشَّیْبِ الْخَضِیْبِ

سلام اُس کو رہا جبتک اس کے دم میں دم سر حمایتِ الحرم رہا ہر دم
نہ تھا معین کوئی، تھے عدوئے جان اظلم سلام اُس کو تصدق ہزار جان سے ہم
سلام اُس کو جو آلودہ غبار ہوئی
وہ ریش جو کہ لہو سے خضاب دار ہوئی

اَلسَّلَامُ عَلَی الْخَدِّ التَّرِیْبِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَی الْبَدَنِ السَّلِیْبِ

سلام اس کو جو رخسار چومتے تھے رسول شگفتہ جنکے نظارے سے تھے علی و بتول
بھرے تھے خاک شفا میں وہ باغ خلد کے پھول سلام اُس تن مجروح پر جو تھا مقبول
جس آئینہ کو شقی پتھروں سے توڑ گئے
لباس لوٹ کے جس کو برہنہ چھوڑ گئے

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مَوْلَایَ وَعَلَی الْمَلٰٓئِکَۃِ الْمُرَفْرِفِیْنَ حَوْلَ قُبَّتِکَ وَالْحَافِّیْنَ بِتُرْبَتِکَ الطَّآئِفِیْنَ بِعَرْصَتِکَ الْوَارِدِیْنَ لِزِیَارَتِکَ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ فَاِنِّیْ قَصَدْتُ اِلَیْکَ وَرَجَوْتُ الْفَوْزَ لَدَیْکَ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ سَلَامُ الْعَارِفِ بِحُرْمَتِکَ

اَلْمُخْلِصِ فِیْ وِلَایَتِكَ اَلْمُتَقَرِّبِ اِلَی اللّٰهِ بِمَحَبَّتِكَ اَلْبَرِیْ
مِنْ اَعْدَائِكَ سَلَامُ مَنْ قَلْبُهٗ بِمُصَابِكَ مَقْرُوْحٌ وَدَمْعُهٗ
عِنْدَ ذِكْرِكَ مَسْفُوْحٌ

سلام آپ پہ اے میرے سرپرست امام سلام آپکے بعد اُن پہ اے سپہر مقام
ملک جو پھرتے ہیں گرد ضریح پاک مدام رواق و صحن میں ہر روز صبح سے تا شام
زیارت شہ عالی وقار کرتے ہیں
وہ حلقہ حلقہ طوافِ مزار کرتے ہیں

سلام آپ پہ اے سرورِ ملک سیرت ہوا ہوں قصد زیارت سے حاضرِ خدمت
یہ ہے امید کہ ہوں رستگار اے حضرت سلام آپ پر اُس کے سلام کی صورت
جو عارف آپکی حرمت کا ہے حقیقت میں
ازل کے روز سے مخلص بھی ہے ولایت میں

خدا کے قرب کا رہتا ہے رات دن جویا ذریعہ چاہتا ہے آپ کی محبت کا
عدو ہے آپکے اعدا کا قید ہو کہ رہا سلام اُسکی طرح جو ہے اسقدر شیدا
ہمیشہ قلب و جگر داغدار رہتے ہیں
مصیبت آپکی سنتا ہے اشک بہتے ہیں

سَلَامَ الْمَفْجُوْعِ الْمَحْزُوْنِ الْوَالِهِ الْمُسْتَكِیْنِ ـ سَلَامَ مَنْ لَوْ كَانَ
مَعَكَ بِالطُّفُوْفِ لَوَقَاكَ بِنَفْسِهٖ حَدَّ السُّیُوْفِ وَبَذَلَ حُشَاشَتَهٗ دُوْنَكَ لِلْحُتُوْفِ

سلام مثل سلام ملول و زار و حزیں کہ سانحے سے قمر آسمان و شمس زمیں
وہ کربلا میں جو ہوتا تو کوئی شبہ نہیں بچاتا آپ کو تلواروں سے جو عریاں تھیں
ہجوم لشکر کفار سے نہ ڈرجاتا
سمجھ کے موت کو لطف حیات مرجاتا

وَجَاهَدَ بَیْنَ یَدَیْكَ وَنَصَرَكَ عَلٰی مَنْ بَغٰی عَلَیْكَ
وَفَدَاكَ بِرُوْحِهٖ وَجَسَدِهٖ وَمَالِهٖ وَوَلَدِهٖ وَرُوْحُهٗ لِرُوْحِكَ
فِدَآءٌ وَاَهْلُهٗ لِاَهْلِكَ وِقَآءٌ

جہاد و بر شہ کربلا کرتا | خیال دفع لعیناں پر دغا کرتا
مدد ہر ایک طرح صاحب وفا کرتا | کہ جان و مال کو اولاد کو فدا کرتا

محب تھا آپکا امر اہم ہے سہل اس کے
برائے اہل شہ دیں سپر ہیں اہل اس کے

فَلَئِنْ اَخَّرَتْنِی الدُّهُوْرُ وَعَاقَنِیْ عَنْ نَصْرِكَ الْمَقْدُوْرُ
وَلَمْ اَكُنْ لِمَنْ حَارَبَكَ مُحَارِبًا وَلِمَنْ نَصَبَ لَكَ الْعَدَاوَةَ
مُنَاصِبًا فَلَاَنْدُبَنَّكَ صَبَاحًا وَمَسَآءً

کلام خواہش تقدیر میں ہے کیا افسوس | رہا نہیں دہر میں اسوقت میں تھا افسوس
مدد سے آپکی محروم رہ گیا افسوس | لڑے جو آپ سے اُن سے نہ کی وغا افسوس

تمام عمر یہ حسرت نہ دل سے جائے گی
مصیبت آپ کی ہر دم لہو رلائے گی

وَلَاَبْكِیَنَّ لَكَ بَدَلَ الدُّمُوْعِ دَمًا حَسْرَةً عَلَیْكَ وَتَاَسُّفًا
عَلٰی مَا دَهَاكَ وَتَلَهُّفًا حَتّٰی اَمُوْتَ بِلَوْعَةِ الْمُصَابِ وَغُصَّةِ الْاِكْتِئَابِ

رہوں گا شام و سحر اشکبار ماتم میں | کریں گے میری ثنا سوگوار ماتم میں
رہے گی سیر جہاں ناگوار ماتم میں | سنائیں گے مجھے بدعت شعار ماتم میں

بڑھیں گے غصہ و غم جور آسماں ہو کے
رہوں گا زیر زمیں حسرت کناں ہو کے

اَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ اَقَمْتَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَيْتَ الزَّكٰوةَ - وَ اَطَعْتَ اللّٰهَ وَ مَا عَصَيْتَهٗ

گواہی اس کی میں دیتا ہوں یا امامِ حجاز
نہ پڑھ سکے گا کوئی آپ نے پڑھی وہ نماز
زکوٰۃ آپ نے دی مستحق ہوئے ممتاز
کیا ہے خیر کا حکم اور شر سے رکھا باز

خدا گواہ کہ طاعت میں لاجواب ہیں آپ
نہ سرکشی ہوئی ذرہ، وہ آفتاب ہیں آپ

وَ تَمَسَّكْتَ بِهٖ وَ بِحَبْلِهٖ فَاَرْضَيْتَهٗ وَ خَشِيْتَهٗ وَ رَاقَبْتَهٗ وَ اسْتَجَبْتَهٗ وَ سَنَنْتَ السُّنَنَ وَ اَطْفَأْتَ الْفِتَنَ

چھٹی نہ دست تمسک سے لطف حق کی رسن
خدا کو آپ نے راضی کیا امامِ زمن
کیا ہے خوف اسی کا گواہ ہیں دشمن
اسی کا آپ نے رکھا خیال ہے روشن

نبی کے دین نے کیا آب و تاب پائی ہے
عجب فساد کی آگ آپ نے بجھائی ہے

وَ دَعَوْتَ اِلَى الرَّشَادِ وَ اَوْضَحْتَ سُبُلَ السَّدَادِ وَ جَاهَدْتَ فِي اللّٰهِ حَقَّ الْجِهَادِ - وَ كُنْتَ لِلّٰهِ طَائِعًا وَ لِجَدِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ تَابِعًا وَ لِقَوْلِ اَبِيْكَ سَامِعًا وَ اِلٰى وَصِيَّةِ اَخِيْكَ مُسَارِعًا

خیال دعوت مردم سوئے مناہجِ حق
مطیعِ امرِ خدا، راہ راست کی رونق
کیا جہاد وہ حقا جو تھا جہاد کا حق
جنابِ احمدِ مرسل کے پیروِ مطلق

علیؑ نے آپ سے جو کہہ دیا بجا لائے
وصیتِ حسنؑ مجتبےٰ بجا لائے

وَلِعِمَادِ الدِّيْنِ رَافِعًا وَلِلطُّغْيَانِ قَامِعًا۔ وَلِلطُّغَاةِ مُقَارِعًا
وَلِلْأُمَّةِ نَاصِحًا وَفِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ سَابِحًا

ستون دین کو عروج آپ نے دیا بیشک مٹائی سرکشوں کی سرکشی بجا بیشک
خطا کی دے گئے گمراہوں کو سزا بیشک رہا پسند مسلمانوں کا بھلا بیشک

ریاضِ دہر میں بے ساز و برگ تھے حضرت
مگر شناورِ دریائے مرگ تھے حضرت

وَلِفُسَّاقٍ مُكَافِحًا وَبِحُجَجِ اللّٰهِ قَائِمًا وَلِلْإِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِيْنَ
رَاحِمًا۔ وَلِلْحَقِّ نَاصِرًا وَعِنْدَ الْبَلَاءِ صَابِرًا۔

کیا ہے فاسقوں کو منع فسق سے دائم بدل خدا کی دلیلوں کے واسطے قائم
جہاں پہ اسلام و مسلمین رحم مدام حق کے مددگار خلق کے حاکم

میان عشق خدا آپ مرنے والے تھے
دم نزول بلا صبر کرنے والے تھے

وَلِلدِّيْنِ كَالِئًا وَعَنْ حَوْزَتِهِ مُرَامِيًا۔ تَحُوطُ الْهُدٰى
وَتَنْصُرُهُ وَتَبْسُطُ الْعَدْلَ وَتَنْشُرُهُ وَتَنْصُرُ الدِّيْنَ
وَتُظْهِرُهُ۔ وَتَكُفُّ الْعَابِثَ وَتَزْجُرُهُ۔ وَتَاخُذُ لِلدَّنِيِّ مِنَ الشَّرِيْفِ
وَتُسَاوِي فِي الْحُكْمِ بَيْنَ الْقَوِيِّ وَالضَّعِيْفِ۔ كُنْتَ رَبِيْعَ الْأَيْتَامِ
وَعِصْمَةَ الْأَنَامِ وَعِزَّ الْإِسْلَامِ

برائے دیں ہیں نگہباں امام دیں پرور کیا ہے ناصیۂ دیں نے دفع فتنہ و شر
ہوئی ہے حفظ مراتب میں ساری عمر بسر کیا ہے عدل کو شائع امامؑ بحر و بر
مثال آئینہ دل کبھی نہ تھا ظاہر
مدد یہ آپ نے کی دین کو کیا ظاہر

عوض لیا کیے ادنیٰ کا آپ اعلیٰ سے   کیا جو حکم برابر خیال ایذا سے
رہا مقابلہ ناتواں توانا سے   عجب بہار یتیموں کی ذات یکتا سے

تمام خلق کے حافظ حفاظت اسلام
کیا عزیز نے حضرت کو عزت اسلام

وَمَعْدَنَ الْاَحْكَامِ وَحَلِيفَ الْاِنْعَامِ سَالِكًا طَرَائِقَ جَدِّكَ
وَاَبِيكَ مُشْبِهًا فِي الْوَصِيَّةِ لِاَخِيكَ

جہاں میں صاحب بخشش تھے سید ذی جاہ   جد آپ کے ہیں پیمبر پدر ہیں شیر اِلٰہ
جو اُنکی راہ تھی حقا وہی ہے آپکی راہ   وہی طریق وہی بندگی خدا آگاہ

بسان زندگی تھی بو حسنؑ کی حضرت میں
مشابہ اپنے برادر سے تھے وصیت میں

وَفِيَّ الذِّمَمِ رَضِيَّ الشِّيَمِ ظَاهِرَ الْكَرَمِ مُتَهَجِّدًا فِي الظُّلَمِ
قَوِيمَ الطَّرَائِقِ كَرِيمَ الْخَلَائِقِ عَظِيمَ السَّوَابِقِ شَرِيفَ
النَّسَبِ مُنِيفَ الْحَسَبِ

وفائے عہد میں بے مثل بے عدیل و نظیر   بہائے مجد و عطا محسن صغیر و کبیر
اندھیری راتوں میں بیدار باپ کی تصویر   تفضیر رائے رو راست صاحب تدبیر

عظیم سابق الاحسان و پاک گوہر ہیں
حسب میں اشرف و افضل نسب میں برتر ہیں

رَفِيعَ الرُّتَبِ كَثِيرَ الْمَنَاقِبِ مَحْمُودَ الضَّرَائِبِ جَزِيلَ الْمَوَاهِبِ حَلِيمٌ رَشِيدٌ

زہے بلند مراتب زہے بلند وقار   عجیب صاحب اوصاف بے قیاس و شمار
طبیعتوں میں ستودہ تفضل غفار   عجب طرح کے سخی دینے والوں کے سردار

بڑے امانت و توبہ و حمید عالم میں
عجب طرح کے حلیم و رشید عالم میں

مُنِیْبٌ جَوَادٌ عَلِیْمٌ شَدِیْدٌ اِمَامٌ شَهِیْدٌ اَوَّاهٌ مُنِیْبٌ حَبِیْبٌ

مُهِیْبٌ کُنْتَ لِلرَّسُوْلِ وَلَدًا وَلِلْقُرْاٰنِ سَنَدًا

عجب جواد عجب عالم و علیم و شدید　　زہے امام زہے پیشوا ذبیح و شہید

بکا دمِ طلبِ مغفرت قبول و مفید　　کمال دوست نہایت شفیق عبدِ وحید

پسر تھے آپ رسالت مآب کی خاطر

سند تھے خلق میں اُمّ الکتاب کی خاطر

وَلِلْاُمَّةِ عَضُدًا وَلِلطَّاعَةِ مُجْتَهِدًا حَافِظًا لِلْعَهْدِ وَالْمِیْثَاقِ

نَاکِبًا عَنْ سُبُلِ الْفُسَّاقِ - بَاذِلًا لِلْمَجْهُوْلِ طَوِیْلَ الرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ

برائے اُمّتِ جد بازوئے امامِ زماں　　ہمیشہ کوشش طاعات تابع فرماں

با حفاظتِ عہد و حفاظتِ پیماں　　بدوں کی راہ کے تارک چراغِ راہ جناں

فزوں رکوع میں خوفِ خدا سے نالے تھے

میانِ سجدہ حق طول دینے والے تھے

زَاهِدًا فِی الدُّنْیَا زُهْدَ الرَّاحِلِ عَنْهَا نَاظِرًا اِلَیْهَا

بِعَیْنِ الْمُسْتَوْحِشِیْنَ مِنْهَا

کنارہ کش تھے زمانے کے جاہ حشمت سے　　رہا کیے نگراں چشم اہل وحشت سے

پھرا رہا رخِ پاک اُس کے حُسنِ زینت سے　　اداس جانتے تھے گھر کو دشتِ غربت سے

چمن کو سبزہ و شبنم کو خواب سمجھے تھے

ہر ایک پھول کو چشمِ پُر آب سمجھے تھے

مَالُكَ عَنْهَا مَکْفُوْفَةٌ وَهِمَّتُكَ عَنْ زِیْنَتِهَا مَصْرُوْفَةٌ

وَاَلْحَاظُكَ عَنْ بَهْجَتِهَا مَطْرُوْفَةٌ وَرَغْبَتُكَ فِی الْاٰخِرَةِ

مَعْرُوفَةً ۔ حَتّٰی اِذَا الْجَوْرُ مَدَّ بَاعَهُ وَ اَسْفَرَ الظُّلْمُ قِنَاعَهُ وَ دَعَی الْغَيُّ اَتْبَاعَهُ

رہا نظارۂ دنیا ہمیشہ نا منظور
امور آخرت و حشر میں شہ جمہور

کمالِ رغبت و خواہش ہے آپکی مشہور
یہاں تک آہ کھلے دست ظلم و جبر و فتور

کسی نے جور و ستم میں نہ کچھ کیا پردہ
ستم نے چہرے سے اپنے اٹھا دیا پردہ

وَ اَنْتَ فِیْ حَرَمِ جَدِّكَ قَاطِنٌ وَ لِلظَّالِمِیْنَ مُبَایِنٌ جَلِیْسُ الْبَیْتِ وَ الْمِحْرَابِ مُعْتَزِلٌ عَنِ اللَّذَّاتِ وَ الشَّهَوَاتِ

بس اپنے پیروں کی چاہی گمرہی اُس دم
کہ اپنے جد کے حرم میں تھے آپ محو حرم

ستمگروں سے بہت دور تھے شہ عالم
اور اس گوشہ گزین ازبعد غم و ملال سے خم

اکیلے ممبر و محراب میں ٹہلتے تھے
خدا کے گھر سے نہ باہر کبھی نکلتے تھے

تُنْكِرُ الْمُنْكَرَ بِقَلْبِكَ وَ لِسَانِكَ عَلٰی حَسَبِ طَاقَتِكَ وَ وَ اِمْكَانِكَ ۔ ثُمَّ اقْتَضَاكَ الْعِلْمُ لِلْاِنْكَارِ

کنارہ لذت دنیا سے خواہشوں سے عار
برا سمجھتے تھے افعال بد سے تھا انکار

خلاف بات سے دل بھی زبان بھی بیزار
جو حد طاقت و امکاں تھی اے شہ ابرار

کچھ اس کے بعد ہوئی اور کیفیت آقا
یہ مقتضی ہوئی بس علم و مصلحت آقا

وَ لَزِمَكَ اَنْ تُجَاهِدَ الْفُجَّارَ فَسِرْتَ فِیْ اَوْلَادِكَ وَ اَهَالِیْكَ وَ شِیْعَتِكَ وَ مَوَالِیْكَ

سرِ مقابلہ تلوار سے ضرور رہوا کلامِ سود زیانکار سے ضرور ہوا
جہاد آپ کو کفار سے ضرور ہوا سفر مدینہ کے گلزار سے ضرور ہوا

لحد سے آپ کی رخصت کو مصطفیٰ نکلے
وطن سے جب مع اولاد اقربا نکلے

چلے رفیق بھی دینے کو جان آپ کے ساتھ رہا سپاہ نبیؐ کا نشان آپ کے ساتھ
صغیر، پیر، نمازی جوان آپ کے ساتھ خدا نے ان کا لیا امتحان آپ کے ساتھ

لٹیں تو شاد ہوں کہتے تھے حوصلہ ایسا
خدا کی راہ میں نکلا نہ قافلہ ایسا

وَصَدَعْتَ بِالْحَقِّ وَالْبَيِّنَةِ وَدَعَوْتَ اِلَى اللهِ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ـ وَاَمَرْتَ بِاِقَامَةِ الْحُدُوْدِ وَالطَّاعَةِ لِلْمَعْبُوْدِ ـ وَنَهَيْتَ عَنِ الْخَبَائِثِ وَالطُّغْيَانِ وَوَاجَهُوْكَ بِالظُّلْمِ وَالْعُدْوَانِ

کیا پھر آپ نے ظاہر حق اور حجتِ رب سوائے دعوتِ عقبا اور کچھ نہ تھا مطلب
دیا یہ حکم کہ احکام حق ہوں برپا سب جھکیں حضورِ خدا کفر و سرکشی ہے غضب

نہ ذہن میں سخن شاہ سینہ ریش آئے
ستم کیا کہ شقی دشمنی سے پیش آئے

فَجَاهَدْتَهُمْ بَعْدَ الْاِيْعَاذِ اِلَيْهِمْ وَتَاكِيْدِ الْحُجَّةِ عَلَيْهِمْ فَنَكَثُوْا ذِمَامَكَ وَبَيْعَتَكَ وَاَسْخَطُوْا رَبَّكَ وَجَدَّكَ وَبَدَؤُكَ بِالْحُرُوْبِ

عجیب شان سے آئے حجتِ خدائے انام کیا جہاد ہوئیں ختم حجتیں جو تمام
شکستِ عہد سے بیعت سے وہ دیئے آلام غضب میں لائے خدا و نبیؐ کو بد انجام

ہوا نہ تھا ستم ایسا کہیں خدائی میں
سبھوں نے آپ سے کی ابتدا لڑائی میں

فَثَبَتَّ لِلطَّعْنِ وَالضَّرْبِ۔ وَطَحْطَحْتَ جُنُودَ الْفُجَّارِ وَاقْتَحَمْتَ
قَسْطَلَ الْغُبَارِ۔ مُجَالِداً بِذِي الْفِقَارِ كَأَنَّكَ عَلِيٌّ نِ الْمُخْتَارُ
فَلَمَّا رَأَوْكَ ثَابِتَ الْجَاشِ غَيْرَ خَائِفٍ وَلَا خَاشٍ۔ نَصَبُوا لَكَ
غَوَائِلَ مَكْرِهِمْ وَقَاتَلُوكَ بِكَيْدِهِمْ وَشَرِّهِمْ۔ وَ
أَمَرَ اللَّعِينُ جُنُودَهُ فَمَنَعُوكَ الْمَاءَ وَوُرُودَهُ۔ وَنَاجَزُوكَ
الْقِتَالَ وَعَاجَلُوكَ النِّزَالَ وَرَشَقُوكَ بِالسِّهَامِ وَالنِّبَالِ
وَبَسَطُوا إِلَيْكَ أَكُفَّ الْاِصْطِلَامِ۔ وَلَمْ يَرْعَوْا لَكَ ذِمَاماً
وَلَا رَاقَبُوا فِيكَ آثَاماً فِي قَتْلِهِمْ أَوْلِيَاءَكَ وَنَهْبِهِمْ
رِحَالَكَ وَأَنْتَ مُقَدَّمٌ فِي الْهَبَوَاتِ وَمُحْتَمِلٌ لِلْأَذِيَّاتِ
قَدْ عَجِبَتْ مِنْ صَبْرِكَ مَلَائِكَةُ السَّمٰوَاتِ فَأَحْدَقُوا بِكَ
مِنْ كُلِّ الْجِهَاتِ۔ وَأَثْخَنُوكَ بِالْجِرَاحِ وَحَالُوا بَيْنَكَ وَبَيْنَ
الرَّوَاحِ۔ وَلَمْ يَبْقَ لَكَ نَاصِرٌ وَأَنْتَ مُحْتَسِبٌ صَابِرٌ۔ تَذُبُّ
عَنْ نِسْوَتِكَ وَأَوْلَادِكَ حَتّٰى نَكَسُوكَ عَنْ جَوَادِكَ فَهَوَيْتَ
إِلَى الْأَرْضِ جَرِيحاً تَطَأُكَ الْخُيُولُ بِحَوَافِرِهَا۔ وَتَعْلُوكَ
الطُّغَاةُ بِبَوَاتِرِهَا۔ قَدْ رَشَحَ لِلْمَوْتِ جَبِينُكَ وَاخْتَلَفَتْ
بِالْاِنْقِبَاضِ وَالْاِنْبِسَاطِ شِمَالُكَ وَيَمِينُكَ

زہے حواس چمکتے تھے جا بجا نیزے — سوار تانے ہوئے تھے دم وغا نیزے
ہجوم آپ اکیلے ہزار ہا نیزے — مگر نظر میں سماتے نہ تھے ذرا نیزے

نہ تھا ہراس نہ پیچھے قدم ہٹاتے تھے
مثال عقدہ کشا آگے بڑھتے جاتے تھے

برائے قتل نئی صورتیں نکالی تھیں نقابیں چہروں پہ اہلِ ستم نے ڈالی تھیں
تمام شامیوں نے ڈھالیں جو سنبھالی تھیں گھٹائیں چار طرف کربلا میں کالی تھیں
سوار آگے تھے رہواروں کو بڑھائے ہوئے
پیادے پیچھے تھے موذے سپر چڑھائے ہوئے

شقی تھے سیکڑوں بیدادگر ہزاروں تھے شریر و سنگدل و بدگہر ہزاروں تھے
عدوئے جانِ شہِ بحر و بر ہزاروں تھے ادھر تھے جمع ہزاروں ادھر ہزاروں تھے
جِلو میں آپ کے اے شہسوار کوئی نہ تھا
سوائے رحمتِ پروردگار کوئی نہ تھا

دفورِ گرد میں ہنگام کارزار گئے علم کئے ہوئے حیدر کی ذوالفقار گئے
علی کی شکل سے چمکا کے راہوار گئے میانِ قلبِ سپاہِ سیاہ کار گئے
چراغ جوہرِ شمشیر تھے اندھیرے میں
بلند نعرۂ تکبیر تھے اندھیرے میں

کھنچی تھیں سیکڑوں دقتِ جدال تلواریں نہ آپ روک سکتے تھے لیکے ڈھال تلواریں
خجل تھیں آپ کے منہ سے کمال تلواریں جھکی ہوئی تھیں بسانِ ہلال تلواریں
علم کئے ہوئے تیغوں کو گرد فوجیں تھیں
مگر بلند محیطِ ستم کی موجیں تھیں

سموں سے گھوڑوں کے سبزہ لپا حنا کیطرح زمین آ گئی گردش میں آسیا کیطرح
غبار چھا گئے چاروں طرف گھٹا کیطرح فلک پہ اوڑ رہی تھی خاکِ کربلا کیطرح
میانِ شمس نشاں سجدہ گہ کے سارے تھے
مثالِ ذرّہ خاکِ شفا ستارے تھے

تمام دشمن حق حسینؑ کے آ کے آپنے مارے لہو کے چار طرف چل رہے تھے فوارے
درخت خون سے تر، لال جانور سارے اڑے جو ذرے شفق میں چمک گئے تارے
حضورِ قلبِ سپاہِ یزید میں پہونچے
ابوتراب غبارِ شدید میں پہونچے

گئے غبار میں آپ آفتاب کی صورت پئے جہاد بڑھے بوتراب کی صورت
نقاب سے ہوئی ظاہر حباب کی صورت بدل گئی سپہ بے حجاب کی صورت
علیؑ کی سیف سوئے غرب و شرق چمکا کی
ٹھہر ٹھہر کے اندھیرے میں برق چمکا کی

صفوں سے رن میں کھنچا کوہسار کا نقشہ خجل ہو صاعقہ، وہ ذوالفقار کا نقشہ
جھکا یہ تھا فلک کجمدار کا نقشہ فرشتے دیکھتے تھے کارزار کا نقشہ
پکارتی تھی قیامت رن آج پڑتے ہیں
حسینؑ ابن علیؑ کربلا میں لڑتے ہیں

خدا کی راہ میں کس کرّ و فر سے آپ لڑے گئے ادھر سے تو افواجِ شر سے آپ لڑے
پھرے اٹھا کے جو لاشہ ادھر سے آپ لڑے ہوا زوال یہاں تک سحر سے آپ لڑے
عرب نظارۂ حسینؑ جہاد کرتے تھے
جہادِ حیدرِ کرّار یاد کرتے تھے

غم پسر میں سنبھالے ہوئے جگر پایا فرات پر کبھی تھامے ہوئے کمر پایا
مگر جدال میں شیرانہ حملہ در پایا سبھوں نے آپ کو بےخوف و بےخطر پایا
جب آستین غم و رنج و یاس میں اولٹیں
ادھر ادھر کی صفیں بھوک پیاس میں الٹیں

پناہ مانگ رہے تھے پہاڑ بھی بَن بھی وہ لاکھوں تیغوں کی جھنکار بھی وہ سَن سَن بھی
امان امان تھی یا صدائے آہن بھی نہ تھی زبان مگر بولنے لگا رن بھی
کسی اختیار پہ اللہ جبر فرمایا
مَلَک ہوئے متعجب وہ صبر فرمایا

ذریت مکر سے پیش آئے ظلم کے بانی دیا نہ آپ کو نہرِ فرات سے پانی
فگار نادکِ ظلم و ستم سے پیشانی لہو کے رنگ سے طوسی قبا تھی رُمّانی
دمِ جہاد ہوئے آپ جسقدر زخمی
نہیں ہوا کوئی دنیا میں اِسقدر زخمی

رُخِ امامِ زمن سے لہو ٹپکتا تھا گلے ہوئے خشک دہن سے لہو ٹپکتا تھا
جُھکے تھے درد محن سے لہو ٹپکتا تھا ہر ایک زخم بدن سے لہو ٹپکتا تھا
اگر نہ روکنے کو نادکِ اَجل آتے
دل و جگر کے جو ٹکڑے تھے سب نکل آتے

ہوئے تھے اسلئے کفّار بیچ میں حائل کہ جاسکیں نہ کسی سمت سرورِ عادل
خدا کی شان یہ تسلیم یہ رضا یہ دل تحمّل ایسے مقامات میں ہے بس مشکل
نہ حفظِ جان دمِ جنگ جدال فرمائی
مگر حفاظتِ اہل و عیال فرمائی

ہزاروں تیر تھے ماتھے سے تا کمر افسوس کھُلے تھے پہلوؤں کے زخم اسقدر افسوس
ادھر سے آئے نظر تھے جو لوگ ادھر افسوس گرایا آپ کو گھوڑے سے خاک پر افسوس
خدا کے عرش کا تلواروں میں ستارہ تھا
عمامۂ سرِ پُرنور پارہ پارہ تھا

خموش بیٹھے ہوئے آپ ٹکڑے ٹکڑے بدن وہ دونوں ہاتھوں کو ٹیکے ہوئے وہ خم گردن
قبا کے پھیلے ہوئے گرم ریت پر دامن ہزاروں پڑتی تھیں تلواریں گرد تھے دشمن
یہ کون ہیں نہ سواروں نے کچھ خیال کیا
سُموں سے آپ کو گھوڑوں نے پائمال کیا

جُھکے تھے آپ کے سر کی طرف کو سب جلّاد دَھرے تھے پہلوؤں پر نیزہ زبانِ بیداد
ملے تھے حلق سے گردن سے خنجرِ فولاد اُدھر تھی آپ کے اہل وعیال کی فریاد
عجیب حال میں تھے کوئی بس نہ چلتا تھا
نگاہ تھی طرف خیمہ دم نکلتا تھا

بھری تھی کان میں بچوں کی بی بیوں کی فغاں پکارتے تھے وہاں اہلبیتِ شاہ زماں
نہ طاقت اور نہ مہلت جواب کی تھی یہاں غش آرہے تھے تڑپتے تھے زیرِ تیغ و سناں
تسلّی آپ انہیں جاکے دے نہ سکتے تھے
خبر عیال کی اُس وقت لے نہ سکتے تھے

کراہے کروٹیں لے لیکے کچھ نہ فرمایا یہ ہاتھ آپ نے کھینچا وہ ہاتھ پھیلایا
کسی کو نزع میں بھی آپ پر نہ رحم آیا نہ حلقِ خشک میں پانی ذرا سا ٹپکایا
شفق تھی خون کی جبیں پر وہ چاند سینا تھا
جبیں کے آئینہ پر موت کا پسینا تھا

تُدِیرُ طَرْفاً خَفِیّاً اِلٰی رَحْلِکَ وَ
بَیْتِکَ وَ قَدْ شُغِلْتَ بِنَفْسِکَ عَنْ
وُلْدِکَ وَ اَھَالِیْکَ وَ اَسْرَعَ
فَرَسُکَ شَارِداً اِلٰی خِیَامِکَ قَاصِداً

مُحَمْحِمًا بَاكِيًا۔ فَلَمَّا رَاَيْنَ النِّسَآءُ جَوَادَكَ مَخْزِيًّا وَ
نَظَرْنَ سَرْجَكَ عَلَيْهِ مَلْوِيًّا بَرَزْنَ مِنَ الْخُدُوْرِ

اسی خیال میں پھر پھر کے دیکھتے تھے اِدھر | محل سے تو ابھی نکلا نہیں کوئی باہر
قلق سے آپ کے گھوڑے کو تھی نہ اپنی خبر | بچایا آپ کو جھک جھک کے اس نے نیل پر

برائے ذبح جو ہر ایک بد شعار چلا
رہی نہ تاب سوئے خیمہ راہوار چلا

پڑی تھیں سیکڑوں تلواریں سیکڑوں بھالے | قدم قدم تھے لہو کے زمین پر تھالے
کٹی تھی یال تھے پھرے کے زخم بھی آلے | سروں کو پیٹ کے چلائے دیکھنے والے

رسول قتل ہوئے کیا جو خاک اڑاتا ہے
لہو ملے ہوئے منھ پر براق آتا ہے

بکا و حمحمہ کرتا ہوا قریب آیا | سبھوں نے زین کو بے پیدو پشت پر پایا
کہا و تار کے کس نے سحاب غم چھایا | جہاں سے والی و وارث نے کوچ فرمایا

سیاہ چادر اوڑھے پئے فغاں نکلیں
محل سے خاک بسر شاہزادیاں نکلیں

نَاشِرَاتِ الشُّعُوْرِ۔ عَلَى الْخُدُوْدِ لَاطِمَاتٍ وَبِالْوُجُوْهِ
سَافِرَاتٍ وَبِالْعَوِيْلِ دَاعِيَاتٍ بَعْدَ الْعِزِّ مُذَلَّلَاتٍ وَاِلٰى
مَصْرَعِكَ مُبَادِرَاتٍ

پکارتی ہوئی فریاد یا الٰہ چلیں | سروں کو کھولے ہوئے شکل دادخواہ چلیں
لگائے سینے سے بچوں کو آہ آہ چلیں | یہ نوحہ پڑھتی ہوئی سوئے قتلگاہ چلیں

پڑے ہیں خاک پہ افسوس اشقیا میں حسینؑ
شہید ہو گئے صحرائے کربلا میں حسینؑ

وَالشِّمْرُ جَالِسٌ عَلٰی صَدْرِكَ وَمُوْلِغٌ سَيْفَهٗ عَلٰی نَحْرِكَ قَابِضٌ عَلٰی شَيْبَتِكَ بِيَدِهٖ ذَابِحٌ لَكَ بِمُهَنَّدِهٖ قَدْ سَكَنَتْ حَوَاسُّكَ وَخَفِيَتْ اَنْفَاسُكَ وَرُفِعَ عَلَى الْقَنَاتِ رَاْسُكَ وَسُبِيَ اَهْلُكَ كَالْعَبِيْدِ وَصُفِّدُوْا فِي الْحَدِيْدِ فَوْقَ اَقْتَابِ الْمَطِيَّاتِ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمْ حَرُّ الْهَاجِرَاتِ يُسَاقُوْنَ فِي الْبَرَارِيْ وَالْفَلَوَاتِ اَيْدِيْهِمْ مَغْلُوْلَةٌ اِلَى الْاَعْنَاقِ يُطَافُ بِهِمْ فِي الْاَسْوَاقِ

زمین زردتھی اُس وقت حشر برپا تھا　　گہن کے طور تھے کچھ دھوپ کچھ اندھیرا تھا
کھڑی تھیں بیبیاں مضطر ہجوم اعدا تھا　　دبائے آپکے سینے کو شمر بیٹھا تھا

شعاعِ نیّرِ اعظم شقی کے ہاتھ میں تھی
کہ ریشِ قبلۂ عالم شقی کے ہاتھ میں تھی

بلائی حلق سے تھا بانیِ ستم شمشیر　　بنی تھی جادۂ ویرانۂ عدم شمشیر
قریب شہرگِ گردن سے تھی دودم شمشیر　　گلے پہ آپکے پھرتی تھی دمبدم شمشیر

نہ تھے حواس میں حضرت نہ دم ٹھہرتا تھا
پھری تھیں آپکی آنکھیں وہ ذبح کرتا تھا

سنبھالا کس نے تہہ خنجر آپ کے سر کو　　کیا گلے کے لہو سے تر آپ کے سر کو
لگائے ظالموں نے پتھر آپ کے سر کو　　چڑھایا کاٹ کے نیزے پر آپ کے سر کو

ملے جو خاک میں رتبے بلند پائے تھے
خدا کی راہ میں سر سے ستم اٹھائے تھے

اودھر کٹا سرِ مقبولِ ایزدِ باری　　وہاں سے دوڑے ادھر لوٹنے کو سب ناری
جلایا سیدِ عالم کا خیمہ زرنگاری　　ردائیں آلِ محمدؐ کی چھین لیں ساری

غضب ہے قیدِ بلا کی مشکل سے حقیر ہوئے
حضور کے حرمِ محترم اسیر ہوئے

ستمگروں نے ستم رن میں بیشمار کیا
ملک نے جن کی اطاعت پہ افتخار کیا
برہنہ اونٹوں پہ افسوس انھیں سوار کیا
ستم سے بیڑیاں پہنائیں اشکبار کیا

رسن سے شانۂ ناموس ایک جا باندھے
سبھوں کے گردنوں سے ہاتھ بخطا باندھے

کشاں کشاں کئے طے کوہ و دشت کے دامن
جلائے گرمیٔ خورشید نے رخِ روشن
پھٹے ہوئے تھے گلوں میں سیاہ پیراہن
غبار گیسوؤں پر موبنہ سفید خشک دہن

چبھوئیں نیزوں کی نوکیں، شقی تلے گئے
اسی طریق سے بازاروں میں پھرائے گئے

فَالْوَیْلُ لِلْعُصَاةِ الْفُسَّاقِ۔ لَقَدْ قَتَلُوْا بِقَتْلِكَ الْإِسْلَامَ وَعَطَّلُوا
الصَّلٰوةَ وَالصِّیَامَ وَنَقَضُوا السُّنَنَ وَالْاَحْکَامَ وَهَدَمُوْا قَوَاعِدَ
الْاِیْمَانِ وَحَرَّفُوْا اٰیَاتِ الْقُرْاٰنِ

رہیں عذابِ خدا میں ستم شعار تمام
مٹائی قتل سے حضرت کے صورتِ اسلام
کیا صلوٰۃ کو بیکار صوم کو گمنام
ہوئی کتابِ خدا ترک اسمیں کیا ہے کلام

گرایا ظلم سے ارکانِ دین و ایماں کو
بگاڑا صورتِ آیاتِ پاکِ قرآن کو

وَهَمْلَجُوْا فِی الْبَغْیِ وَالْعُدْوَانِ۔ لَقَدْ اَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ مِنْ اَجْلِكَ مَوْتُوْرًا وَعَادَ کِتَابُ اللّٰهِ
عَزَّوَجَلَّ مَهْجُوْرًا وَغُوْدِرَ الْحَقُّ اِذْ قُهِرْتَ مَقْهُوْرًا
وَفُقِدَ بِفَقْدِكَ التَّکْبِیْرُ وَالتَّهْلِیْلُ وَالتَّحْرِیْمُ وَالتَّحْلِیْلُ
وَالتَّنْزِیْلُ وَالتَّاْوِیْلُ۔ وَظَهَرَ بَعْدَكَ التَّغْیِیْرُ وَالتَّبْدِیْلُ

وَالْاِلْحَادُ وَالتَّعْطِیْلُ وَالْاَهْوَآءُ وَالْاَضَالِیْلُ وَالْفِتَنُ وَالْاَبَاطِیْلُ

ہوا حق آپ کے مغلوب ہونے سے مغلوب
جہاں میں آپ کے بعد اے امام خوش اسلوب
ہوا تغیرِ احکامِ حق بہت مرغوب
فساد زندقہ و کفر کو نہ تھا معیوب

رسولِ پاک نے کی صبح یاس و حسرت میں
بہت اداس ہوئے آپ کی شہادت میں

فَقَامَ نَاعِیْكَ عِنْدَ قَبْرِ جَدِّكَ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ فَنَعَاكَ اِلَیْهِ بِالدَّمْعِ الْهَطُوْلِ

خبر دہندہ سنبھالے ہوئے جگر آیا
میانِ روضۂ پاکِ رسول در آیا
حضورِ مرقدِ پُر نور نوحہ گر آیا
عمامہ ہاتھ میں لے کے برہنہ سر آیا

زیادہ آنسوؤں کی دمبدم روانی تھی
رسول کو خبرِ جانگزا سنانی تھی

قَائِلًا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قُتِلَ سِبْطُكَ وَفَتَاكَ وَاسْتُبِیْحَ اَهْلُكَ وَحِمَاكَ وَسُبِیَتْ بَعْدَكَ ذَرَارِیْكَ۔ وَوَقَعَ الْمَحْذُوْرُ بِعِتْرَتِكَ وَذَوِیْكَ فَانْزَعَجَ الرَّسُوْلُ وَبَكٰی قَلْبُهُ الْمَهُوْلُ

کہا مجاہد راہِ خدا شہید ہوا
جوانِ راہنما، پیشوا شہید ہوا
نواسا آپ کا یا مصطفےٰ شہید ہوا
غریب خامسِ آلِ عبا شہید ہوا

علیؑ و فاطمہؑ کے نورِ عین کو مارا
رلا رلا کے سبھوں نے حسینؑ کو مارا

بھرا گھر آپ کا اے بادشاہ لوٹ لیا امام زادیوں کو بے گناہ لوٹ لیا
کیا مدینہ کو بالکل تباہ لوٹ لیا بھرا یا بلوے میں سرننگے آہ لوٹ لیا

مصیبت آپ کے ناموس پہ تمام ہوئی
بلا کی صبح، ستم کی ہر ایک شام ہوئی

ہزار حیف صد افسوس اے خدا کے حبیبؐ بلائیں آپ کے بعد آئیں کچھ عجیب عجیب
لٹی سب آپ کی اولاد سب عزیز و قریب کسی نے یہ بھی نہ پوچھا کہ ہیں یہ کون غریب

دل بتول کو صدمہ ہوا بہت رو‌ئے
تڑپ تڑپ کے رسولؐ خدا بہت روئے

وَعَزَّاهُ بِكَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالْاَنْبِيَاءُ وَفُجِعَتْ بِكَ اُمُّكَ الزَّهْرَاءُ
وَاخْتَلَفَتْ جُنُوْدُ الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ تُعَزِّيْ اَبَاكَ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ

دیا تمام فرشتوں نے آپ کا پرسا پیمبروں نے بھی کی رسم تعزیت کی ادا
بڑھیں سبھوں سے مصیبت میں فاطمہ زہراؑ حقیقتاً ہے عزادار کون ان سے سوا

علیؑ کے ساتھ ملک روئے بیقرار ہوئے
شریک ماتم شاہِ فلک وقار ہوئے

وَاُقِيْمَتْ لَكَ الْمَاٰتِمُ فِيْ اَعْلَا عِلِّيِّيْنَ وَلَطَمَتْ عَلَيْكَ الْحُوْرُ الْعِيْنُ وَبَكَتِ السَّمَآءُ
وَسُكَّانُهَا وَالْجِنَانُ وَخُزَّانُهَا وَالْهِضَابُ وَاَقْطَارُهَا وَالْبِحَارُ وَحِيْتَانُهَا وَمَكَّةُ
وَبُنْيَانُهَا وَالْجِنَانُ وَوِلْدَانُهَا

ہوئے مصیبت ماتم کے عرش تک سامان وہ آسماں کی بکا اہل آسمان کی فغاں
تمام حوریں ہوئیں مونہہ کو پیٹ کر گریاں جناں بھی روئے بہت روئے خازنان جناں

قلق سے رعد بھی چلائے بجلیاں تڑپیں
کیا بحار نے ماتم کہ مچھلیاں تڑپیں

وَالْبَیْتُ وَالْمَقَامُ وَالْمَشْعَرُ الْحَرَامُ وَالْحَطِیْمُ وَالزَّمْزَمُ وَالْمِنْبَرُ الْمُعَظَّمُ وَالنُّجُوْمُ الطَّوَالِعُ وَالْبُرُوْقُ اللَّوَامِعُ وَالرُّعُوْدُ الْقَعَاقِعُ وَالرِّیَاحُ الزَّیَادِعُ وَالْاَفْلَاکُ الرَّوَافِعُ

سبھی ملول تھے کعبہ مقامِ ابراہیم ہوا نشیب و فراز زمین جبالِ عظیم
ہم آبِ زمزم و ہم منبرِ رسولِ کریم بزرگ و پاک محل مشعرِ حرام و حطیم
مکین تمام فلک منزلت مکانِ بلند
ستارہائے درخشان و آسمانِ بلند

فَلَعَنَ اللّٰہُ مَنْ قَتَلَکَ وَسَلَبَکَ وَاهْتَضَمَکَ وَغَضَبَکَ وَبَایَعَکَ فَاعْتَزَلَکَ وَحَارَبَکَ وَسَاقَکَ وَجَهَّزَ الْجُیُوْشَ اِلَیْکَ وَنَبَّ الظُّلْمَةَ عَلَیْکَ

ہمیشہ آپ کا قاتل ہو موردِ لعنت خدا کی لعن ہو اُس پر جس نے کی بدعت
اُتارے تن سے سلاح و لباسِ آنحضرت کیا پھر آپ کو معزول پہلے کی بیعت
کرے خدائے جہاں لعنت اُس بد آئیں پر
سبب سے جس کے چڑھائی ہوئی شہِ دیں پر

وَاَبْرَءُ اِلَی اللّٰہِ سُبْحَانَهٗ مِنَ الْاَمِیْرِ وَالْفَاعِلِ وَالْغَاشِمِ وَالْخَاذِلِ۔ اَللّٰھُمَّ فَثَبِّتْنِیْ عَلَی الْاِخْلَاصِ وَالْوِلَاءِ وَالتَّمَسُّکِ بِحَبْلِ اَهْلِ الْکِسَاءِ۔ وَانْفَعْنِیْ بِمَوَدَّتِهِمْ وَاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَتِهِمْ وَاَدْخِلْنِی الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِهِمْ اِنَّکَ وَلِیُّ ذٰلِکَ

یا ارحم الراحمین

برائت اپنے خدا سے ہے مجھکو مدِّ نظر　　عدو سے آپ کے بیزار ہوں میں شام و سحر
اُسی کا واسطہ یارب یہ ہے مکانِ بتر　　درود بھیج تو لیسین و آلِ لیسین پر
انھیں کا ساتھ ہو ہنگامۂ قیامت میں
ملے انھیں کی شفاعت سے دخل جنت میں

تجھی سے ہوں متوسل کہ حق تعالیٰ ہے　　حساب رس ہے بہت جلد لینے والا ہے
کریم تر ہے کریموں کو تو نے پالا ہے　　فدائے حکم کہ سب حاکموں سے بالا ہے
چہاردہ جو محمدؐ سے تا محمدؐ ہیں
بر آئیں اُن کے ذریعہ سے جتنے مقصد ہیں

ملے امان کہ دل مطمئن ہو روزِ جزا　　مجھے حصولِ مطالب ہے شایاں فرما
لکھ اہلِ دین میں جگہ صالحین میں ہو عطا　　زبانِ صدق مدد وقتِ بدعتِ اعدا
فریبِ حاسد و مکار سے بچا مجھکو
جفائے دستِ ستمگار سے بچا مجھکو

قسم ہے تجھکو برائے پیمبرِ معصوم　　قسم تجھے اُسی مرقد کی، خالقِ قیوم!
کہ جسکی گود میں ہے پیکرِ شہِ مظلوم　　شہیدِ ظلم و ستم شاہ بیکس و مغموم
نجات شر سے ملے، اور ہوں رہا غم سے
پناہ مالکِ کونین دے جہنم سے

ملے عروج ترقی ہو تیری اُلفت میں　　چھپائے دامنِ الطاف وعدۂ رحمت میں
کریم طول عطا ہو اجل کی مدت میں　　رہیں نہ خارِ مرض بوستانِ صحت میں
محیطِ رحم در اشک ملول ہو جائے
دعا قبول ہو، تو یہ قبول ہو جائے

خدائے پاک یہ ہے مشہدِ بزرگ یہاں گناہ بخش دے میرے عیوب ہوں پنہاں
ملال دور ہوں بالکل خدائے کون و مکاں ہلاک اہلِ حسد ہوں خراب دشمن جاں
یہی سوال ہے دے صبر کی صفت مالک!
عطا ہو خوبیِ دنیا و آخرت مالک!
بنادے فضل و کرم سے بہشت کو مسکن جہاں ہیں صاحبِ ایماں ہیں جتنے مرد و زن
سبھوں کو بخش دے لے خالقِ زمین و زمن کسی کو وسعتِ رحمت میں کیا مجالِ سخن
غضب کا دخل نہیں تجھ سے ڈرنے والوں میں
بڑا رحیم ہے تو رحم کرنے والوں میں
کیا جو نظم یہ اے صاحبِ زماں آقا مجھے تھی اتنی لیاقت بھلا کہاں آقا
غلام آپ کے جد کا ہے مدح خواں آقا امید آپ سے ہے شاہِ انس و جاں آقا
ہوئی جو ہونگی خطائیں حضور بخشیں گے
قصورِ عشقِ سراپا قصور بخشیں گے

رُباعی

ہے گو کہ حقیقت میں شہادت نامہ
پر میرے لیئے ہے یہ شفاعت نامہ
فرمائیں گے شبیرؑ کے نامی زائر
ہے مرثیہ عشقؔ زیارت نامہ

۷۸۶

تیسرا مرثیہ

درحال حضرت عبّاس علیہ السّلام

(بہ ناد ۳۳ ھ)

یثرب و بطحا کے پھول رن میں جو مرجھا چکے
ظالموں کی برچھیاں غنچہ دہن کھا چکے
گلشنِ فردوس میں سروِ رواں جا چکے
لاشئہ گُل اندامون کے گھر میں کئی آ چکے
درد کی بس چمک سینہ پُر داغ میں
رو رہی تھیں بُلبلیں اجڑے ہوئے باغ میں

کوکبِ شمس و قمر شہ سے جدا ہو گئے
صاحب تیغ و سپر شہ سے جدا ہو گئے
شہ کی بہن کے پسر شہ سے جدا ہو گئے
بھائی کے لختِ جگر شہ سے جدا ہو گئے
راہیِ ملکِ عدم فنا فلے والے ہوئے
یوسفِ زہرا تھے جب دل کو سنبھالے ہوئے

حضرت عباسؑ کو درد سے سوا تھا الم
دیکھتے تھے یاس سے حالِ امامِ امم!
نیرِ اعظم کی شکل کانپ رہا تھا علم
دیکھ کے لاشوں کی سمت کہہ رہے تھے دمبدم
دیکھیے کہتی ہے کیا ساری خدائی ہمیں
ہو گئے لڑ کے شہید موت نہ آئی ہمیں

بھائی برابر کے تھے ماہ لقا نوجواں — قتل ہوئے سامنے چاروں دمِ امتحاں
کس سے کہیں کیا کریں کچھ نہیں چارہ یہاں — عرض یہ کی شاہ سے بادشہِ انس و جاں!
دیجئے اذنِ جہاد حوصلۂ جنگ ہے
سینۂ عباسؑ اب حد سے سوا تنگ ہے

بولے امامِ امم امن و اماں تم سے ہے — حیدرِ کرار کا رعب عیاں تم سے ہے
میرے علمدار ہو تاب و تواں تم سے ہے — لشکرِ شبیرؑ کا نام و نشاں تم سے ہے
زور جو بازو میں تھا کچھ وہ ابھی گھٹ گیا
تم جو گئے جان لو بھائی کا سر کٹ گیا

بھائی کریں ہم سوال دیکھئے ہو انقلاب — خیر ہوا چاہیئے ان سے طلب گارِ آب
میری طرف سے کہو لے اسدِ بو ترابؑ — وادیٔ غربت کی لو، یہ طپشِ آفتاب
موت ہے معصوموں کی تشنہ دہانی نہیں
گزرے ہیں سولہ پہر نام کو پانی نہیں

شامیوں کے سامنے جلد گیا وہ قمر — شاہ کے سقّے نے سب حال سنایا مگر
کچھ نہ کیا وعظ نے سنگ دلوں پر اثر — پھر کے جو آیا جری دی شہِ دیں کو خبر
شاہ کے اطفال میں شور ہوا العطش
خیمے سے میدان میں آئی صدا العطش

گرد پھرے شاہ کے نائب آئی چلے — نیزہ دھرا دوش پر مشک اٹھائی چلے
دور سے تصویرِ نہر دیکھ جو پائی چلے — بولے حسینؑ غریب چھوڑ کے بھائی چلے
جانبِ دریا رواں شبر کا گھوڑا ہوا
رونے کا پیاسوں کے شور خود اُسے کوڑا ہوا

جمع تھے گردِ فرات چار ہزار اہل کیں
گردِ علمدار شاہ آ گئے وہ سب لعیں
اٹھی ہوئی تھی نقاب اُلٹی ہوئی آستیں
حملہ ور اُن پر ہوا قلعہ شکن مہ جبیں
فیصلہ تلوار نے فوجِ ستم کا کیا
کالی گھٹا میں غضب صاعقہ چمکا کیا

غازیوں کا آفتاب ہاشمیوں کا قمر
گاہ اِدھر جلوہ گر، گاہ اُدھر جلوہ گر
تیغوں کی جھنکار میں تھی یہ صدا الحذر
بھاگنے کے واسطے گرتے تھے سر پاؤں پر
ٹکڑے برابر تھے دو خاتمہ گمراہ کا
ہاتھ جہاں پڑ گیا ابن ید اللہ کا

غزوۂ حمزہؑ کا رنگ جنگ علیؑ کی بہار
برچھیاں تلواریں تیر چار طرف خار خار
روحیں اُڑیں اس طرح جیسے چمن میں ہزار
تری حشمت کی تھی رن میں صدا بار بار
پھل تو ہے تلوار کا شجرۂ نصرت کی شاخ
ہاتھ ہے عباس کا نخل شہادت کی شاخ

سروِ سراپا جمال شیر سراسر شعور
بیٹھتے تھے پشت پر گھوڑے کی جب یہ غیور
پاؤں ملے رہتے تھے روئے زمیں سے ضرور
ہوتے تھے پامال خونِ رشک سے اہلِ غرور
رہتے تھے اس وجہ سے روئے زمیں پر قدم
چومتی تھی پاؤں کو ان کے زمیں ہر قدم

رشک سے دل میں عدو صورتِ سر کٹ گیا
عکس پڑا تیغ کا بندِ سپر کٹ گیا
جنگ کا حربہ جو تھا زیب کمر کٹ گیا
تیغ ادھر کٹ گئی خنجر اُدھر کٹ گیا
کچھ بھی نہ ثابت رہا جنگ کے اسباب میں
عاشق و معشوق تک پڑ رہے ہوئے داب میں

مل رہے تھے خاک میں اہلِ ستم کے نشاں گرد اڑی اس قدر چھپ گیا سارا جہاں
ہوتی ہے جیسے نہاں قالبِ خاکی میں جاں مردۂ صد سالہ کا پیر فلک پر گماں
خاک سے دب کے جھکا وادیٔ کیں بن گیا
سطحِ گردونِ دوں رن کی زمیں بن گیا

اڑتی ہوئی گھاٹ پر بدلیاں فوجوں کی تھیں پر کبھی رکتے بھی ہیں ایسے بہادر کہیں
دور کھڑے ہو رہے جا کے ادھر اہلِ کیں نہر میں پہنچا ادھر بازوئے سلطانِ دیں
بن گئے گرداب چار نور کا عالم ہوا
داخلِ دریا مگر نیّرِ اعظم ہوا

آپ تو پانی میں تھے آگ میں تھے دل جگر تھا یہ قلق پیاسے ہیں بادشہ بحر و بر
دل سے کہا چاہیے ہوں نہ لب خشک تر مشک میں پانی بھرا نہر سے نکلا قمر
شورِ قیامت ڈرا تیغوں کی جھنکار سے
چل گئی تلوار پھر شہ کے علمدار سے

نعرے تھے ہر ضرب پر جان فدائے حسینؑ کوئی نہیں پیشوا آج سوائے حسینؑ
جو ہے رضائے خدا ہے وہ رضائے حسینؑ وعدہ ہے پروانۂ شمعِ وفائے حسینؑ
صبر میں بھی بے بدل شاہ خوش اسلوب ہیں
ہمدمِ یعقوبؑ ہیں ہمسرِ ایوبؑ ہیں

حامی و ممدوحِ خلق عاشق و معشوقِ رب معدنِ جود و سخا مخزنِ علم و ادب
رونقِ ارض و سما مہر و مہِ روز و شب شانِ ملوکِ عجم تاجِ سرانِ عرب
ہوگئے مشہورِ خلق مردے جلا کے خدا
بارے کے بندے ہیں یہ اور خدا کے خدا

کیوں نہ ہوں یکتا حسینؑ جد ہیں رسولؐ انام | نار مل سے روشن کیا گنبد فیروزہ فام
حشر تک اولاد میں ان کی رہیں گے امام | اٹھیں گے تعظیم کو آئے گا جب ان کا نام
ہادی و محبوب خلق ہوں گے مثال رسولؐ
قائم آل رسولؐ قائم آل رسولؐ

قاتل کفار ہوں قاتل کفار ہوں | حیدر کرار ہوں، حیدر کرار ہوں
شہ کا علمدار ہوں شہ کا علمدار ہوں | جعفر طیار ہوں، جعفر طیار ہوں
شبیر و رندہ ہوں میں حق کا بڑا فضل ہے
نام تو عباسؑ ہے کنیت ابو الفضل ہے

منصفو اس وقت ہے یوسفِ دل کو یہ چاہ | کوئی بتا دیجئے تازہ حریفوں کو راہ
ایسے ہوں دو چار بند جن کے رہیں سب گواہ | ایک میں ہو واہ واہ ایک میں ہو آہ آہ
سب یہ کہیں آج دل دونوں مزے پا گئے
پھول کھلے تھے ابھی لو ابھی مرجھا گئے

واہ بہادر وہ ہیں بادشہ انس و جاں | نقش قدم جن کے ہیں تاجِ سرِ امتحاں
فتح انھیں سے ہوئی جنگ ہوئی جو گراں | خیبر و صفیں اُحد بیرِ علم نہروال
برق سے کب ذوالفقار کم تھی کھلا قدر میں
عکس تھا اُس کا ہلال معرکۂ بدر میں

آہ وہ مظلوم ہیں خسرِو قدسی صفات | جن کی مصیبت کرے دن کو گھڑی کھر میں رات
روئیں گے تا روزِ حشر ان کے لیے شش جہات | دیکھیے انصاف سے تو نہیں بیجا یہ بات
سنتے ہی آقا کا نام شورِ بکا ہو گیا
میں نے کہا جب حسینؑ حشر بپا ہو گیا

پائے نہ یہ مرتبہ کوئی جو مرکے بھی جیئے
عید کو آیا لباس خلد سے ان کے لیے
اونٹ نبے مصطفےٰ ہاتھ میں گیسو دیے
شیعوں کا پروردہ رہا کار نمایاں کیے
خوش نہ ہوں کیونکر غلام جن کا ہو آقا حسینؑ
صلِّ علیٰ کا ہو شور نعرے بھی ہوں یا حسینؑ

گر نہ پڑے آسماں طرفہ مصیبت پڑی
لٹ گئی پوشاک سب لاش سُوم کو گڑی
مہر علی نیزے پر تھی یہ قیامت بڑی
فاطمہ کے لال کا ہونٹ ستم کی چھڑی
کس سے ہو گردش رقم اس فلک پیر کی
بہنیں تھیں دربار میں حضرت شبیرؑ کی

شامیوں کا رنگ تھا صبح کے مانند فق
تیغ تھی عباسؑ کی بہر عدو قہر حق
خون سے گلرنگ تھا رن کی زمیں کا طبق
گر رہا تھا صاعقہ پھولی ہوئی تھی شفق
رکھے تھا ہر مے پرست کاسہ سر ہاتھ پر
سیکڑوں ہاتھوں کا تھا فیصلہ ہر ہاتھ پر

ایک علمدار شاہ کثرت اہل ستم
ڈھال تھی اُس ہاتھ میں اس میں تھی تیغ دو دم
نیزہ و شمشیر و تیر چل رہے تھے دمبدم
مشک چھپائی کبھی گاہ سنبھالا علم
چھائی تھی گویا سپاہ جعفر طیّار پر
تیر کئی پڑ گیے چشم علمدار پر!

عین وغا میں بہا آنکھ سے خوں اس قدر
خیمہ ہے شہ کا کدھر کچھ بھی نہ آیا نظر
لڑتے ہوئے جب چلے اور طرف وہ قمر
بڑھ کے پکارے حسینؑ جاتے ہو بھائی کدھر
تھم کے سنو شور ہے آہ و بکا سے ادھر
جن کے ہو سقّے تم آج سب ہیں وہ پیاسے ادھر

فوج کی تدبیرآہ وقتِ وغا چل گئی وار عدو نے کیا چھپ کے دغا چل گئی
کٹ گئی طوبا کی شاخ ایسی ہوا چل گئی بازوئے عباسؑ پر تیغ جفا چل گئی
دل سے کہا غم نہیں پہلو و سینہ بھرے
خون سے ایسا نہ ہو مشک سکینہ بھرے

قطع نہ کیوں ہو گیا نوفلِ بدخو کا ہاتھ جس نے کیا تھا قلم غازی مہرو کا ہاتھ
کانپ گیا خود بخود سرورِ حق جو کا ہاتھ دوسرا بھی کٹ گیا شاہ کے بازو کا ہاتھ
پاؤں سے رہوار کو کر کے اشارہ چلے
دانتوں سے پکڑے ہوئے مشک کا تسمہ چلے

تھا نہ انھیں صبح سے اپنی شہادت میں شک پہنے ہوئے تھے کفن باندھے تھے تحت الحنک
زور میں مشہور تھا کوئی شقی دور تک سمجھا تھا یکتائے دہر اپنے کو زیر فلک
چرخ کہن کو نیا ظلم گوارا ہوا !
واردِ میدان قتل وہ ستم آرا ہوا

بازوؤں سے تھا رواں صورت دریا لہو پیش علمدار شاہ جنگ کو آیا عدو
ابن یداللہ نے اس سے یہ کی گفتگو کٹ گئے جب میرے ہاتھ لڑنے کو آیا ہے تو
اُس نے کہا آہنی گرز کئی ساتھ ہیں
ہاتھ نہ ہوں آپ کے میرے قوی ہاتھ ہیں

کہہ کے یہ اونچا کیا گُرز گراں ایک بار جرأت عباس پر جائیں ہماری نثار
اسقدر آگے بڑھے ہل گئے جو راہوار مستعدِ مرگ وہ روح علی بیقرار
پاس سے اُس دم ادھر دیکھ رہے تھے حسینؑ
ہاتھ سے تھامے کمر دیکھ رہے تھے حسینؑ

گرز پڑا فرق پر آہ کروں کیا بیان شانوں پر آیا دماغ موت کے پائے نشان
کاسۂ سر پاش پاش آنکھوں میں ناوک سے نشان الفتِ شبیرؑ میں دی یہ سر و چشم جان
گھوڑے سے مثلِ ہلالِ مہرِ علیؑ کج گرا
چرخ سے بالائے خاک دھوپ میں سورج گرا

رن میں نہ زخمی ہوا ان سے سوا کوئی ماہ گرتے ہی رہوار سے ٹوٹ پڑی سب سپاہ
تیغوں سے تھا چور چور ضیغمِ شیرِ الٰہ ٹکڑے سنانوں میں تھے جسم بہادر کے آہ
مر کے بھی پوشاک میں تیروں کی سریاں رہیں
جعفرِ طیار کے سایے میں پریاں رہیں

دی یہ صدا شاہ کو شاہِ امم آئیے آئیے لے جائیے مشک و علم آئیے
کوچ ہے عباسؑ کا سوئے عدم آئیے اب کوئی دم اور ہے سینے میں دم آئیے
پیاسوں کے منھ سے خجل آج تو حقا ہوں میں
پانی نہ پہونچا سکا آہ وہ سقا ہوں میں

مہرِ نبیؐ یہ صدا سنتے ہی تھرا گئے روئے مثالِ سحاب جانبِ دریا گئے
برق صفت مضطرب سیدِ والا گئے بھائی کے نزدیک جب دلبرِ زہراؑ گئے
بیٹھ گئے خاک پر سامنے جا کے حسینؑ
لے گئے سوئے خیام اُن کو اُٹھا کے حسینؑ

بھائی کی گردن میں ہاتھ پیار سے ڈالے کبھی سینہ سے اور آنکھ سے تیر نکالے کبھی
سر کو سنبھالا کبھی ہاتھ سنبھالے کبھی ٹوٹ گئی ہے کمر یہ کئے نالے کبھی
خون کے ہر زخم سے قطرے ٹپکتے رہے
بیکس و تنہا حسینؑ سر کو پٹکتے رہے

پیٹیں سروں کو جواب اہل عزا ہے بجا
شام کے بازار میں سب کو نظر آ گیا
کوئی لعین خیرہ سر گھوڑا اڑاتا ہوا
بستہ فتراک تھا ایک سر پر ضیا
ابروؤں سے تھا نشاں صاحب شمشیر کا
کوئی پکارا بتا سر ہے یہ کس شیر کا

سرکش و خود سر جو تھا اس نے دیا یہ جواب
ذروں میں آلودہ ہے بعد زوال آفتاب
سر ہے یہ عباس کا تھا وہ جری انتخاب
بھائی تھے اس کے حسینؑ باپ علیؑ بوتراب
ہمسر اسے کہتے ہیں جعفر طیار کا
آج ہے گویا یہ سر حیدر کرار کا

کہنے تھے سر پیٹ کے دیکھنے والے ملول
خاک سے جو بار بار ملتا ہے ماتھے کا پھول
وجہ یہ ہے ہو گئی ان کی شہادت قبول
شکر کے سجدے کا ہے سر سے نمایاں اصول
ہاتھ مجاہد کے خوب دشت وغا میں چلے
مر گئے تو سر سے یوں راہ خدا میں چلے

خلق میں افسانہ ہے الفت عباسؑ کا
شہرہ دلیروں میں ہے جرأت عباسؑ کا
حال ہو کس سے بیاں رحلت عباسؑ کا
صاحبو ماتم کرو حضرت عباسؑ کا
بھائی کا پرسہ تو دو سید ابرار کو
عشق کا نوحہ پڑھو روؤ علمدار کو

ضیغم لشکر شکن رستم گلگوں قبا
عاشق شاہ امم ناصر دین خدا
صاحب نشکر و علم دلبر مشکل کشا
خضر طریق وغا نوح محیط وفا
ساقی کوثر کا شیر جانب کوثر گیا
پیاسوں کا سقا جو تھا تشنہ دہن مر گیا

۷۸۶

چوتھا مرثیہ

درحال حضرت عون و محمد علیہم السلام

بند (۱۲۸)

ستاروں کی آمد ہے کالی گھٹا میں سردی کا عالم ہے موجِ ہوا میں
خبر لائے ہیں پیک اہلِ جفا میں کہ دو شیر آتے ہیں دشت وغا میں
رہیں سیدھی تلواریں مُنھ مڑ رہے ہیں
پروں کو جماؤ کہ ہوش اُڑ رہے ہیں

گلے سے لگا کے جو حضرت نہ روتے تو کب کے اسی جا وہ ذبح ہوتے
لہو میں نہاتے لہو میں ڈبوتے وغا پر ہیں تیار جعفرؑ کے پوتے
جگر ہیں یہ لہو کے یہ پیاسے علیؑ کے
نواسے علیؑ کے، نواسے علیؑ کے

پئے جنگ آمادہ شمس و قمر ہیں قیامت کے ساماں اِدھر اور اُدھر ہیں
جگر بند سیف خدا کی سپر ہیں یہ لڑکے وہ ہیں جن کے شیروں کو ڈر ہیں
مصیبت رہِ حق کی جھیلے ہوئے ہیں
شجاعت کے بیشے میں کھیلے ہوئے ہیں

یہ لڑکے وہ ہیں جن کا مکتب وفا ہے
فن جنگ اکبر سے حاصل کیا ہے
معلم شبیہ رسولؐ خدا ہے
رگیں سبق کب انھوں نے پڑھا ہے
لڑائی میں پہلے پہل کد ہے ان کو
مگر آج کی جنگ ابجد ہے ان کو

یہ سن سن کے چھوٹے بڑوں کو قلق تھا
عجب ہیبت حق عجب رعب حق تھا
کلیجا سپاہ شقاوت کا شق تھا
خجالت سے ہر اک بغرق عرق تھا
عدو نیم جاں تھے وہ صدمے سہے تھے
گلوں پر مگر نیمچے پھر رہے تھے

صف آراستم کے رسالے ہوئے ہیں
نیاموں سے خنجر نکالے ہوئے ہیں
بلند اس طرف رن میں بھالے ہوئے ہیں
یہاں دل کو زینب سنبھالے ہوئے ہیں
مسلح پئے جنگ فرما رہی ہیں
کمر دونوں بیٹوں کی بندھوا رہی ہیں

کلیجا دھڑکتا ہے بہتے ہیں آنسو
لگائے ہیں چار آئینہ دونو مہرو
کفن نیچے کرتوں کے خمدار گیسو
وہ شبرنگ ڈھالوں میں پھولوں کی خوشبو
وہ زرہیں عجب خوشنما صفدروں کی
چمکتی ہوئی کلغیاں مغفروں کی

ہوئے دونوں ذیجاہ آراستہ جب
بنے خوب دولہ پکارے حرم سب
دعا چپکے چپکے یہ کرتی تھیں زینب
سرافراز ہوں اب شہادت سے یارب
نثار شہ نیک خو ہو کے آئیں
ترے سامنے سرخرو ہو کے آئیں

بہے رن میں جس دم لہو میرے مالک نہ ڈر جائیں یہ ماہ سیر میرے مالک
دل شیر دے ان کو تو میرے مالک عطا ہو مجھے آبرو میرے مالک

بزرگی ہو لڑکوں میں رحمت سے تیری
نسر نو نہیں بدر قدرت سے تیری

دھریں دوش پر تیغیں چاہا کہ جائیں یہ فرما کے زینب نے لے لیں بلائیں
جو تلواریں باندھیں وہ تلواریں کھائیں جہاں درد زخموں میں ہو مسکرائیں

شجاعت ہے آئینہ جوہر اجل ہے
کٹے سر یہ تیغوں کی الفت کا پھل ہے

ضرورت نہیں خیر لے جائیں ڈھالیں بچیں وہ جراحت سے ہم جن کو پالیں
گھریں برچھیوں میں ہنسیں کھلکھلالیں ہزاروں کے لاکھوں کے حملے سنبھالیں

لڑے جو رہ حق میں کیا اس کو ڈر ہے
مجاہد کو تیغوں کا سایہ سپر ہے

یہ فرما کے فرمایا سنتے ہو واری بس اب اور باتیں ہیں بیکار ساری
سدھارو سدھارو منگاؤ سواری نہ ڈرنا اگر زخم ہو کوئی کاری

کہیں سب یہ لڑکے نہیں ڈرنے والے
لڑائی تھی ہے نئے مرنے والے

تمھیں پیاس ہے دھوپ بھی کڑی ہے بہت سن ہیں چھوٹے لڑائی بڑی ہے
اٹھاؤ سروں کو غضب کی گھڑی ہے یہ ماں سامنے ہاتھ جوڑے کھڑی ہے

سماعت سے کہتی ہوں آساں نہ سمجھو
میں لونڈی ہوں صدقے گئی ماں نہ سمجھو

ارادے سے مرنے کے جاتے ہو دیکھوں   سلامت رہو کیونکر آتے ہو دیکھوں
مجھے کس طرح منھ دکھاتے ہو دیکھوں   کس انداز سے تیر کھاتے ہو دیکھوں
نہ مضطر ہو دنیا سے منھ موڑتے ہیں
کہیں سب کہ تڑپے نہ دم توڑتے ہیں

اٹھا کے جو لائیں گے رن سے برادر   گلے سے لگاؤں گی لاشے برابر
کہوں گی کہ قربان قربان مادر   ملوں گی یہ آنکھیں تمھارے قدم پر
اب سب میں تم دونوں کے نام لوں گی
کلیجے کو بھی دل کو بھی تھام لوں گی

مجھے حق خدمت جو دینا ہے دے لو   لڑکپن ہے جانوں پہ اس وقت کھیلو
خوشی سے اجل کی مصیبت کو جھیلو   مجھے آج سر بیچ کے مول لے لو
کہیں گے مجھے لوگ رتبے بڑے ہیں
انھیں کے پسر کربلا میں لڑے ہیں

نہ ہو رائیگاں آج محنت ہماری   مصیبت میں کام آئے خدمت ہماری
لٹے راہ خالق میں دولت ہماری   تمھارے سبب سے ہو عزت ہماری
نہ ہم تم نہ اپنا نہ بے گانہ ہوگا
یہاں حشر تک سب کا افسانہ ہوگا

یہ دنیا تاسف کی حسرت کی جا ہے   چلا جا رہا ہے کوئی چل چکا ہے
وہاں ہے سبھی کچھ یہاں لطف کیا ہے   یہ دار فنا ہے وہ ملک بقا ہے
دکھاتا ہے سب کو نیا طور عالم
یہ کچھ اور عالم ہے وہ اور عالم

جیو گے کہ مرجاؤ گے کیا کرو گے | یہ انا وہ شبیرؑ دیکھا کرو گے
نہ گرمی میں لڑنا گوارا کرو گے | ہمارا کلیجا نہ ٹھنڈا کرو گے

یہ سینہ نہ تیغوں سے جو چاک ہوگا
تو جوہر ان آئینوں ہی میں خاک ہوگا

یہی فکر ہے گو بہت میں نے ٹالا | بچیں گے کہ چھٹ جائیں گے شاہ والا
کبھی ہے اندھیرا کبھی ہے اُجالا | نہیں ہوش آگاہ ہے حق تعالا

کسے یاد کیا جانے کیا چاہتی تھی
ابھی اور کچھ میں کہا چاہتی تھی

دلیروں نے کی عرض شرما رہے ہیں | ہمیں آپ جلدی ہے گھبرا رہے ہیں
گلستانِ جنت نظر آرہے ہیں | سحابِ ستم تیر برسا رہے ہیں

اُدھر سیکڑوں تشنۂ خوں کھڑے ہیں
ادھر چند پیاسوں سے ماموں کھڑے ہیں

بس اماں نہ کچھ کہئے تسلیم رخصت | ہوئی دیر مرنے میں ہے جائے غیرت
نہ روئیں ہنسیں آپ ہے خوبصورت | پہنتے ہیں فدوی شہادت کے خلعت

گئے اور جانیں تصدق کر کے آئے
دعا کیجیے ہم ابھی مر کے آئے

کئی دن کے بھوکے کئی دن کے پیاسے | ڈریں گے بلا سے نہ پیکِ قضا سے
بھگا دیں گے لاکھوں کو فضلِ خدا سے | شہنشاہِ خیبر شکن کے دعا سے

ہمارے مزاروں پہ آئیں گے غازی
نگاہوں کی تیغیں چڑھائیں گے غازی

نہ دیں اذن آقا تو کیا اس میں چارا ذرا بھی جو حضرت کا پاتے اشارا
تو حُر سے بھی پہلے سفر تھا ہمارا نہیں ہے ہمیں کوئی ماموں سے پیارا
بنا زندگی کی ہے جینے پہ ان کے
گرائیں لہو ہم پسینے پہ ان کے

قسم ہے تو ہونگے نہ کیوں نام روشن شجاعت کی دینگے گواہی یہ دشمن
بھرے ہوں گے تیروں سے زرہوں کی روزن کفن پہ کفن ہونگے زخموں کے دامن!
سروں پہ اگر بجلیاں بھی گریں گی
پھرے گا نہ منہ جب تک آنکھیں پھریں گی

کٹیں گے جو تیغوں سے بازو سراسر اڑھائیں گے دادا زمرد کے شہپر
علیؑ ہاتھ پھیریں گے زخمِ جبیں پہ گلوں کے جراحت کو چومیں گے سرورؑ
چھدیں گے سنانوں سے یکسر یہ سینے
لگائیں گے سینہ سے اکبر یہ سینے

شہ تشنہ فرمائیں سامانِ مرقد کہو فرش بدلیں رہے صاف مسند
شہیدانِ راہِ خدا کی ہے آمد کہاں عونؑ سوئے گا کس جا محمدؐ
ابھی آئے لاشے نہ گھبراؤ اماں
اٹھانے کو چادر نکلواؤ اماں

ہوئیں شاد زینبؑ کہا جانتی ہوں کچھ اس سے بھی تم کو سوا جانتی ہوں
غلامِ شہِ کربلا جانتی ہوں گلِ باغِ شبیر خدا جانتی ہوں
دعائیں تمھیں دوں گی دن رات پیارو
بھلا کیوں نہ ہو واہ کیا بات پیارو

تم ان پر فدا ہیں تمھاری فدائی — سنو اک بات اور اب یاد آئی
لڑو گے مگر ساتھ تم دونوں بھائی — دلیرو کچھ اچھی نہیں یہ لڑائی
تمھارے گھرانے کے شہرے بڑے ہیں
علیؑ جب لڑے ہیں اکیلے لڑے ہیں

کہیں یہ نہ چرچے ہوں دنیا میں ہر سو — لڑے ساتھ کم سن تھے زینبؑ کے مہرو
دکھاؤ جدا ہمت و زورِ بازو! — نیا رنگ ہر پھول میں ہے نئی بو
اکیلے لڑو، قتل تنہا ہو دونوں
خدا کی عنایت سے یکتا ہو دونوں

چلے بس یہ کہتے ہوئے وہ دلاور — نہیں اس سے اماں کوئی بات بہتر
ہوئے وارد صحن دونوں برادر — کہا پاس آ کے ٹھہر جاؤ دم بھر
یہ سنتا رہوں اکبرِ نوجواں کی
یہ ہو جیتے جیتے خوشی اور ماں کی

یہ جی چاہتا ہے کہ اُن کو بلائیں — تمھیں گرد اکبر کے اس دم پھرائیں
کہا ہنس کے دونوں نے سبحان اللہ آئیں — سوا حوصلے اُن کے صدقے سے پائیں
بلا رد ہو اللہ ان کو بچا لے
کہا اُٹھ کے زینبؑ نے فضہ بلا لے

بلایا جو فضہ نے آئے وہ ذی شان — چڑھائے ہوئے آستینیں، پریشاں
پکارے حرم خیر تو ہے کہا ہاں! — نہیں کوئی باقی جو ہیں وہ بھی مہماں
سنیے اذاں قاسمؑ مضطر ہو رہے ہیں
گلے سے لگائے انھیں شہ رو رہے ہیں

فقط میں ہوں بابا ہیں چھوٹے چچا ہیں علمدار بھی زندگی سے خفا ہیں
ابھی مجھ سے بولے کہ صدمے سوا ہیں بس اکبر بس اب ظلم بے انتہا ہیں
لڑیں ہم ذرا تم عَلَم کو سنبھالو
کہا شاہ نے بھائی ہم کو سنبھالو

بتاؤ بلایا ہے کس محوِ غم نے پکاریں یہ پہلو سے زینب کہ ہم نے
نہ مانا پھوپھی کے دلِ پُر الم نے بجا ہے یورش کی ہے فوجِ ستم نے
نہ گھبراؤ بیٹا نہ گھبراؤ بیٹا
کریں کچھ تصدق چلے آؤ بیٹا

کہا مڑ کے پھر بانوئے خستہ جاں سے ہٹو لے کے اصغرؑ کو بھابھی یہاں سے
رہیں یہ جہاں میں وہ جائیں جہاں سے کہے کچھ نہ اس وقت کوئی زباں سے
الگ جا کے بچوں کو بہلاؤ لوگو
اُترتا ہے صابرِ قمر سرک جاؤ لوگو

اشارہ کیا دونوں بیٹوں سے آؤ سُنو مرنے والو پھرو گرد جاؤ
بڑھے وہ تو چلائیں بانو بلاؤ شبیہِ پیمبرؐ گلے سے لگاؤ
کہے کون ہے یہ کیا ماجرا ہے
پھریں گرد بھائی کے بھائی یہ کیا ہے

ہُوا غم سے منہ زرد گھبرا کے اکبرؑ بڑھے ان کی جانب قریب آ کے اکبرؑ
جھُکے مثلِ خورشید تھرا کے اکبرؑ ملے اشک آنکھوں سے ٹپکا کے اکبرؑ
گلے سے لگائے جو تارے قمر نے
تو آنکھوں سے موتی اُتارے قمر نے

کہا رو کے ممنون ہیں ہم تمھارے   بجا ہے پھریں گرد اس دم تمھارے
رہیں تا بقائے جہاں دم تمھارے   دکھائے نہ خالق ہمیں غم تمھارے
کرو دفن تم اس برادر کا لاشہ
اٹھا لاؤ مقتل سے اکبرؑ کا لاشہ

یہ چلائیں زینب کہ خاموش واری   ہمیں پر چھپیاں ہیں یہ باتیں تمھاری
نہ ہو تم یہ زندہ رہیں شان باری   وہ بولے عجب ان کی شکلیں ہیں پیاری
مسلح ہوئے ہیں ارادے بڑے ہیں
مجاہد کھڑے ہیں کہ دولہا کھڑے ہیں

بہادر کہیں ایسے ہوتے ہیں پیارا!   یہ عمریں یہ تیور یہ دل یہ کلیجا!
پھوپھی مجھ میں ان میں نہیں فرق اصلا   بہن کے یہ بیٹے میں بھائی کا بیٹا
یہ کم ہیں نہ مجھ سے نہ میں کچھ سوا ہوں
یہ مجھ پر فدا ہیں میں ان پر فدا ہوں

کیا سن کے ارشاد زینب ہو قرباں   کہیں بھی بڑے چھوٹے ہوتے ہیں یکساں
وہ آرام دل اور تم راحت جاں   سنوں سے عیاں ہے قدوں سے نمایاں
جری ہیں جگر بند ہیں مہ جبیں ہیں
مگر یہ تمھارے برابر نہیں ہیں

ادب سے پکارا وہ خورشید طلعت   جواب آپ کو دوں نہیں میری طاقت
فسانہ ہے فدوی سے حضرت کی الفت   اجل ہے سروں پر بہت کم ہے فرصت
پہنچ جائیں گے آگے پیچھے عدم میں
نہ یہ ہیں نہ میں ہوں پھوپھی جی کوئی دم میں

بلائیں بھتیجے کی لیں ہاتھ اُٹھا کے   بہت روئیں زینب گلے سے لگا کے
پریشان عونؑ و محمدؑ کو پا کے   کیا پیار بانوؑ نے شفقت سے آ کے

دعا دی کہا دونوں شادابِ تر ہو
وہ ان کے پسر تم ہمارے پسر ہو

ہوئے جوڑ کے ہاتھ گویا وہ ضیغم   ہوئی دیر ہم کو فقط ہے یہی غم
جھکے بہرِ تسلیم دونوں ہوئے خم   کہا پھر یہ مل مل کے سب سے چلے ہم

وہ ہوتے تھے رخصت غضب ہو رہا تھا
انھیں دیکھ کے گھر کا گھر رو رہا تھا

چلے ساتھ اکبرؑ کے خیمے سے باہر   صدا ابنِ زہراؑ نے دی ہو کے مضطر
تمھارے ہیں ساتھ اگر تم جاؤ اکبر   بڑھانا دمِ جنگ دل ان کا دلبر

یہ بابا سے کہنا پھوپھی نے کہا ہے
جو اب ان کو رن کا نہ میری قضا ہے

بہت خوب کہہ کے سدھارے محل سے   صدا آئی رونے کی سارے محل سے
ہوئے جلوہ فرما ستارے محل سے   برآمد ہوئے حق کے پیارے محل سے

ہوا ہر طرف غل شبیرؑ بھی آئے
وہ حمزہؑ بھی آئے وہ جعفرؑ بھی آئے

بیاں کی جو اکبرؑ نے ساری حقیقت   محمدؐ نے لی شہ سے رن کی اجازت
شجاعت نے تھامی رکابِ سعادت   رہِ اللہ ہوا سروِ باغِ شہادت

صدا عون نے دی ید اللہ حافظ
پکارے محمدؐ کہ اللہ حافظ

یہاں شوقِ جنگ و جدل ان کو بے حد وہاں فوج میں شہرۂ آمد آمد
یہ چاروں طرف تھا سبھوں کے زبان زد محمدؑ محمدؑ محمدؑ محمدؑ
یہاں تیغ تھی غیرِ ماہر ترے میں
وہاں تھا سناٹا اہلِ شر کے لہو میں

بہت پیاس سے گو کہ تھا تنگ گھوڑا چلا اُڑ کے سوئے صفِ جنگ گھوڑا
دکھایا کیا کچھ عجب ڈھنگ گھوڑا ہوا کا مٹاتا رہا رنگ گھوڑا
زمیں پر شگوفہ یہ پھولا ہوا تھا!
فلک اپنی گردش کو بھولا ہوا تھا

خوش اسلوب گھوڑا خوش اسلوب گھوڑا شہیدوں کے گھوڑوں میں محبوب گھوڑا
بہت خوب گھوڑا بہت خوب گھوڑا محمدؑ کا گھوڑا ہے محبوب گھوڑا
محال اس کے سایہ سے بھی ہمسری ہے
پری ہے پری ہے پری ہے پری ہے

وفادار چابک عدو گیر گھوڑا سراپا ہے نایاب تصویر گھوڑا
مجاہد کی زینت ہے شمشیر گھوڑا صبا سے یہ کرتا ہے تقریر گھوڑا
تجھے ساتھ چلنے میں کیا خستگی ہے
مگر پاؤں میں تیرے مہندی لگی ہے

نہ ڈر جانے والا نہ ٹل جانے والا ہزاروں میں پہلے پہل جانے والا
سروں کو سموں سے کچل جانے والا صفوں سے تڑپ کے نکل جانے والا
شبیہِ بُراق اس کو کہنا روا ہے
کہ راکبِ سبطِ رسولِ خدا ہے

عجب شان سے خشمگیں رن میں پہونچے | محمدؐ جو چیں بر جبیں رن میں پہونچے
ستمگر کہیں سے کہیں رن میں پہونچے | چڑھائے ہوئے آستیں رن میں پہونچے

سنیں قدرداں بات گویا نئی ہے
رجز کی یہ صورت سراپا نئی ہے

کیا نعرہ زلفِ مسلسل دکھا کے | ہم اے شامیو تیغ زن ہیں بلا کے
بھرے شب کو بالائے افلاک جا کے | کیا چاک اژدر کو گھر میں خدا کے

گھٹیں گے نہ رتبے سرِ مو ہمارے
شہادت کو بڑھتے ہیں گیسو ہمارے

تمھیں غور لازم ہے بینا ہو گر تم | ان آنکھوں سے ہے سب کو چشمِ ترحم
ہمیں اپنی آنکھوں میں رکھتے ہیں مردم | غضب کی نگاہوں سے ہو گا تلاطم

نہاں اپنی پلکوں کے دامن میں دیں ہو
جو اٹھ جائیں پردے نہ افزوں یقیں ہو

سنبھول پر ہے آئینہ عارض کی صورت | ہوئے ہیں پئے مہر ہم وجہِ رجعت
لب خشک ہیں لعلِ اکلیلِ ہمت | زباں ہے کہ گویا ہے تیغِ فصاحت

درِ حسن ہیں دانت کس کو سخن ہے
محمدؐ کی تقریر دنداں شکن ہے

ذقن میں بھی یوسف کے دل کی صفا ہے | ہمارا عدو غرقِ چاہِ فنا ہے
گلِ بوستانِ شہادت گلا ہے | گلوگیر اس دم تمھاری قضا ہے

یہی کام ہیں روز رزم مہوشوں کے
گلے ہم نے کاٹے ہیں گردن کشوں کے

یہ شانے ہمارے ہیں خورشید محشر   شک نہ کیوں ان سے ہو قلب کافر
کہ توڑے ہیں بُت چڑھ کے دوشِ نبیؐ پر   چمک میں ہے سینہ ستمگر کے برابر

جو مصحف کہیں تو بھی دعویٰ بجا ہے
محمدؐ میں قرآن نازل ہوا ہے

ہمارے عجب شیر افگن ہیں بازو   عقابِ ظفر کو نشیمن ہیں بازو
اگر حفظ چاہے تو جوشن ہیں بازو   مگر جانِ دشمن کے دشمن ہیں بازو

سحابِ عنایاتِ حق چھا گیا ہے
یداللہ کا زور ہاتھ آ گیا ہے

ہمیشہ سے پہلو میں پھولوں کی خوشبو   سجھاتے ہیں پہلو میں سلطانِ حق جو
نہ چھوڑا ادب کا کوئی ہم سے پہلو   کرے کیوں نہ پہلو تہی فوجِ بد خو

کمر قتل پر ہم نے جس دم کسی ہے
میانِ سقر تازہ بستی بسی ہے

یہ کہتی ہیں دس انگلیاں پنجتن ہیں   عجب دستگیر جہاں پنجتن ہیں
قسیمِ قصورِ جناں پنجتن ہیں!   یہاں پنجتن ہیں وہاں پنجتن ہیں

جو پوچھے کوئی ناخنوں کو یہ کیا ہیں
مہ نو پکارے کہ مشکل کشا ہیں

جہاں پاؤں رکھ دیں وہاں سے نہ سرکے   جلاتے ہیں نام شجاعت کو مر کے
ہٹے ہم نہ تیغوں کے سایہ سے ڈر کے   جنوں سے لڑے ہم کنوئیں میں اُتر کے

ہزاروں کے نرغہ میں جو ما کیے ہیں
دلیرِ عرب پاؤں جو ما کیے ہیں

رجز پڑھ چکے جب تو تھا پھر تحمل — بڑھے آگے تلوار کھینچے ہوا غُل
ستم کی ترقی کو اب ہے تنزّل — ہوئے پانی پانی عدا کا رہا کُل

چلی جان مُنہ سے عجب بات نکلی
یہ تلوا ادھر گُل مناجات نکلی

پکاری اجل چشم بینا ہوئی ہے — جُدا میاں سے تیغِ یکتا ہوئی ہے
عیاں صورتِ قتلِ اعدا ہوئی ہے — یہی نام کی شکل پیدا ہوئی ہے

ابھی فوج بڑھ بڑھ کے کچھ کہہ گئی تھی
کہ اپنا لہو پی کے میں رہ گئی تھی

بڑھے فوج سے کینہ جو ناگہاں دس — کہاں ایک وہ دن کا پیاسا کہاں دس
مگر رعب نے دیکھتے ہی جواں دس — صدا دی مسافر ہیں یہ بدگماں دس

مُبارک قضا جائیں بس اپنے گھر میں
کہ ہو عید عاشور ان کو سفر میں

کیا وار بڑھ کے زہے ضرب صفدر — گرا ایک، دو ٹکڑے ہو کے برابر
بنا ۲ دو الف کٹ کے ظالم کا پیکر — ہوا شور گیارہ ہوئے دس ستمگر

نمایاں ہے تیغِ محمد کی ضو سے
چمک میں یہ دہ چند ہے ماہِ نو سے

لڑے کچھ عجب خوبصورت لڑائی — قیامت کے تیور غضب کی صفائی
ادھر آئی برچھی اُدھر تیغ آئی — سپر کو اٹھایا سرو ہی لگائی

خدا جانے وہ ہاتھ کیونکر پڑا تھا
عدو کو جو دیکھا تو بے سر پڑا تھا

رہے آٹھ دو کے سروں کو اُتارا   نقیبِ ظفر گرد پھر کے پکارا
کہ ثانی نہیں شش جہت میں تمھارا   ادھر تیسرے بے حیا کو جو مارا
قضا کے مہندس نے بڑھ کے صدا دی
مجاہد نے شکلِ مثلث مٹا دی

بہم دو نے حملہ کیا صف شکن پر   گری برقِ تیغ ان کی ہر تیغ زن پر
اس ظلم پر اُس دشمنِ پنجتن پر   گرا سر تو سر پر، بدن تھا بدن پر
کہا بڑھ کے اکبرؑ نے ظالم ہیں جس میں
چلے بھیجئے پانچ باقی ہیں دس میں

یہ کہتے ہی اک اور ان میں فنا تھا   چھٹا گر کے پانچوں میں شامل ہوا تھا
مخمس کو گویا مسدس کیا تھا   سر کافر ہفتمی بھی جدا تھا!
بہم رن سے پکڑے ہوئے ہاتھ پہنچے
جہنم میں ساتوں شقی ساتھ پہنچے

بقیہ جو تھے سیف کا تین خود سر   ہوا ایک ان میں سے بھی حملہ آور
کئے وار جھنجلا کے پیہم شقی پر   گرا آٹھ ٹکڑے ہوا وہ ستمگر
جدا اس کے ہر عضو کو جانکنی تھی
مگر جانِ مفرد بنی ٹھنی تھی!

پھر آئی نویں کینہ پرور کی نوبت   گرا ڈر کے گھوڑے سے اللہ رے دہشت
کیا اُس کو پامال ذرے کی صورت   ہوا جیتے جی دفنِ خاکِ مذلت
کہا سب کے ہر استخواں نے سزا ہے
یہ لغزیدہ نو ہے یہ شارع نیا ہے

رہا ایک وہ بن میں جو بدعت کا بانی
کہا موت نے چھوڑ دے ظلم رانی
کہ اللہ باقی ہے کل نفس فانی
نہ چھوڑے گا تجھ کو یہ حیدرؑ کا ثانی
یہ سب تیرے مانند تھے اس کے بس میں
فقط فرق نقطے کا ہے اک اور دس میں

سرِ وہ لعین پر چلی مِسرِ لقا کی
ہوا چاک سینہ بن آئی قضا کی
کٹی جلدِ عاشر کتاب جفا کی
خبر ہو گئی دل کو بہتر خدا کی
چلا جانبِ فوج گھوڑا اُڑا کے
کیا قتل اُسے قلبِ لشکر میں جا کے

پکارے یہاں سے علمدار شہ اکبر
محمدؑ شجاعت ہوئی ختم تم پر
جھکا ایک کی سمت لشکر کا لشکر
چلیں برچھیاں تیر کھائے سراسر
بڑی دھوپ تھی زخم کھائے ہوئے تھے
لہو میں محمدؑ نہائے ہوئے تھے

چلی پاس سے تیغ عامرِ قضا را
گرا خاک پر صبحِ جرأت کا تارا
عجب پھول باغِ جہاں سے سدھارا
ہوا شور جعفرؑ کے پوتے کو مارا
حرم در سے زینبؑ کو سرکا رہے تھے
نبیؐ کی نواسی کو غش آ رہے تھے

یہی کہہ رہی تھیں نہ سمجھاؤ لوگو
ابھی کچھ نہ بولو ٹھہر جاؤ لوگو
نہ گھبراؤ لوگو، نہ گھبراؤ لوگو
دعا عونؑ کے حق میں فرماؤ لوگو
رہے خوش مجھے اس نے جیسا کیا خوش
محمدؑ سے میں خوش ہوں میرا خدا خوش

کہوں کس سے اس دم کوئی جائے باہر کہے جوڑ کے ہاتھ کہتی ہے خواہر
ابھی تم نہ فرماؤ زحمت برادر نہ تم لاش لینے کو جاؤ نہ اکبرؑ
نہ اس کو ابھی گھر میں یا شاہ لانا
جو لانا تو دونوں کو ہمراہ لانا

یہاں تھی یہ ڈیوڑھی پہ تقریر زینبؑ وہاں لاش کے گرد تھے دشمن رب
نظر آگیا بھائی کا سانحہ جب گئے عون گھوڑا اٹھا کے ہٹے سب
یہ دیکھا برادر کا لاشہ پڑا ہے
لیے تیغ قاتل سرہانے کھڑا ہے

چبایا کیے ہونٹ تلوار ماری گرا بس وہیں رہ گیا مر کے ناری
وہاں سے پھرا جلد شیدائے باری جھکا تھا سر آنکھوں سے تھے اشک جاری
بنی تھی برادر کے صدمے سے دم پر
گرے آکے پائے امام امم پر

کہا جوڑ کے ہاتھ العفو حضرت ہوا جرم فدوی گیا بے اجازت
نہ باقی رہی تھی تحمل کی طاقت ملے اذن ہے شاق بھائی کی فرقت
یہ صدمہ ہوا رہ گیا دل الٹ کے
بہت روئے شہ بھانجے سے لپٹ کے

کہا خیر دیکھیں تمہارا بھی ماتم چلو ہم بھی آئے سفر کا ہے عالم
بہن کا ہے کیا جانے کیا حال اس دم ٹھہر جاؤ ہو آئیں گھر میں ذرا ہم
محل میں گئے شہ کہا نیم جاں ہیں
ہماری بہن زینب اس دم کہاں ہیں

پھریں گرد آ کے وہ شیدا خدا کی　　چھڑاتی رہیں خاک طوسی قبا کی
وہ بولے محمدؐ نے خواہش قضا کی　　کہا حق نے مقبول میری دعا کی

یہ پُرسے کو تشریف لائے ہو بھائی
دلاسا مجھے دینے آئے ہو بھائی

سلامت رہو تم بہن کب حزیں ہے　　کیا شہ نے ارشاد مجھکو یقیں ہے
چلے عونؑ مل لو دم واپسیں ہے　　بلا لوں کہا کچھ ضرورت نہیں ہے

جو آنا ہو آئیں لہو میں نہا کے
قضا لائے دونوں کو دولھا بنا کے

نکل آئے شبیر خیمہ سے باہر　　کہا عونؑ سے جاؤ مرنے کو دلبر
چلا پھر کے گرد شہِ دین صفدر　　ہوا خانۂ زین قسور سے منوّر

ہوا میں نہ گھوڑا اکھٹا ایک جا پر
کہ تھا شبہ کوڑے کا موجِ ہوا پر

وہاں ذکر تھا کون آتا ہے کیا ہے　　کوئی کہہ رہا تھا کہ شانِ خدا ہے
محمدؐ تھے وہ عون یہ مہ لقا ہے　　یہ نورِ علیؑ نور کہنے کی جا ہے

عوض تم سے خونِ برادر کا لے گا
نہ دم لینے دے گا نہ دم لینے دے گا

شب قارد مہتاب و شمشیر نشتر　　گل و نرگس و شمع و یاقوت و گوہر
شفق غنچہ سیب آئینہ سنجیں اختر　　کلید ظفر شاخ طوبا، صنوبر

بہم تھے غضب و ثبات و رضا تک!
عجب خوبیاں جمع تھیں سر سے پا تک

قریب آئی اُس گفتگو تک سواری	ہوئی منتشر وحشتاً فوجِ ناری
بڑھے صورتِ ضیغمِ مرغزاری	چلا طائرِ دل پر عقابِ شکاری
ہوئے مورچے دیدۂ مور گھٹ کے
مارِ آہ بن بن گئے دم اُلٹ کے

سروہی کا پھل شانِ دلبر سے نکلا	نیامِ نقیب و معطر سے نکلا!
بس آراستہ اپنے جوہر سے نکلا	نگارِ مرقع بدن گھر سے نکلا!
خزاں کا بنا رہا رنگ اربابِ شر میں
نئی شاخ نکلی نہالِ ظفر میں

الم کی جو تلوار تیور بدل کے	چلیں گرد پھرنے کو جانیں نکل کے
کیا وار پشتِ فرس پر سنبھل کے	قیامت بپا کی سروہی نے چل کے
ہوا غل وہ سمٹیں گھٹائیں ستم کی
وہ بجلی گری لو وہ تلوار چمکی

اثرِ تیغ کا کس نے پایا	چڑھا زہر جس پر پڑا اُس کا سایا
لہو ڈھال کے پیچھے جا کے بہایا	اندھیرے میں ناگن نے بھی کاٹ کھایا
تن ریسہ چاک سارا ہوا تھا
لڑا اسے کا حیدرؑ کے مارا ہوا تھا

چلی تیغ جس کے نہ تھے ہاتھ بانک	جہاں پاس آئے گرے کٹ کے ناوک
قلم تھا کوئی نیزہ پہونچا جو سرتک	ہوئے ہم سخن اہلِ باطل یکا یک
بھلا کون یہ وار رد کر رہا ہے
کہا عونؑ نے حق مدد کر رہا ہے

عجب حاکم شرع تھی تیغ صفدر
لیے ہاتھ میں تیغ بھاگا جو خودسر
دیا حکم قطع یدین ستمگر!
گریں انگلیاں حد سے کٹ کے زمین پر
قضا بول اُٹھی مناسب سزا ہے
چھپائی ہے جاں اس نے سرقہ کیا ہے

لعینوں کی جو تھی وہ تدبیر اُلٹی
پھرا مُنھ چلی بھی جو شمشیر اُلٹی
بہم ہو رہی تھی یہ تقریر اُلٹی
خدا ہم سے سیدھا ہے تقدیر اُلٹی
چھپے اپنے نزدیک یہ دور جا کے
کھڑے ہو رہے سامنے سر جھکا کے

گرا سنگدل جو زمیں پر نہ اُٹھا
اُٹھایا بہت خاک پتھر نہ اُٹھا
جھکیں گردنیں غیظ صفدر نہ اُٹھا
سروں سے سروہی کا لنگر نہ اُٹھا
ذرا جھک کے جس غول پر ہاتھ مارا
بہادر نے دو چار کو ساتھ مارا

یہ رخصت وہ آمادہ اپنے سفر پر
یہاں موت کا ہاتھ سب کی کمر پر
وہاں جمع روحیں جہنم کے در پر
چڑھائی ہے اعدا کی گویا سقر پر
زرہ پوش کہتے تھے مشکل پڑی ہے
ارادہ ہے دوزخ کا منزل کڑی ہے

تنوں سے ہوا دم خفا اور نہ نکلا
گرا ابر میں صاعقا اور نہ نکلا!
ہوا غرق خوں تیغا اور نہ نکلا
مہ نو شفق میں چھپا اور نہ نکلا
بلا طسم بپا کرتی پھرتی تھی بجلی
تڑپتے تھے مجروح گرتی تھی بجلی

ملی تیغ جس سے ذرا خوب کاٹا　　جبیں خوب کاٹی گلا خوب کاٹا
کمر پر پڑی دو کیا خوب کاٹا　　کہا فتح نے واہ کیا خوب کاٹا
بہار گل گلشن جعفری ہے
بلوری کلائی لہو سے بھری ہے

نہ معلوم سر تو کہاں گر کے تڑپا　　زمیں پر تن نیم جاں گر کے تڑپا
کوئی پیر کوئی جواں گر کے تڑپا　　یہاں گر کے اٹھا وہاں گر کے تڑپا
ہوا شور چاروں طرف جنگ دیکھو
علی کے گھرانے کا جو رنگ دیکھو

ہوئی خوف سے شامیوں کی خرابی　　کہ نیضیں تو نیلی تھیں شکلیں غرابی
شجر رن میں تھے عکس خوں سے گلابی　　زمیں بو ترابی فلک بو ترابی
ہوا بند دریائے خوں بہہ رہے تھے
سبھی یا علی یا علی کہہ رہے تھے

چلے ایک اسوار پر مثل حیدر　　سوار آئے دو اور اُس کے برابر
کہا پھیلے والے نے بس لے دلاور　　ہمارے معین آئے فرمایا کیا ڈر
مدد کو جو تیری لشکر پر آگئے ہیں
یہاں بھی جناب امیر آگئے ہیں

کہا بڑھ کے قاسم نے روحی فداکم　　یہ دو لہ بنے لڑ رہے ہو اخی تم
نہیں ہے انھیں ڈر سے تاب تکلم　　ہنسو تم چلے پھیلے تیغ تبسم
کہو یا حسن بڑھ کے ہو پاس ان کو
ملے جائے زہر آب الماس ان کو

صدا دی یہ اکبرؑ نے بھائی ٹھہرنا قریب آئیں تو خون میں ان کو بھرنا
بچاتے ہیں سینوں کو دیکھو نہ ڈرنا یہ تم ہو کہ سمجھے نہ مرنے کو مرنا
مٹا دے گی تلوار پانی چھڑک کے
یہ تینوں سیہ کار نقطے ہیں شک کے

جناب ابوالفضل عباسؑ خوش خو پکارے کہ شاباش ضرغام گلرو
الم ہے سنہری کھڑے ہیں جفا جو اڑا دو لعینوں کے شانوں سے بازو
یہ اچھا نشاں ہے سبھی جان لیں گے
ہم آتے ہیں لاشوں کو پہچان لیں گے

ہوئے نعرہ زن آپ سلطان عالم ہمیں ذبح کی دینگے تکلیف اظلم
عوض اپنے ماموں کا لو ان سے ضیغم گلے کاٹ ڈالو لعینوں کے اس دم
لہو سے سراسر انھیں لال دیکھیں
ہم آج ان کی لاشوں کو پامال دیکھیں

ادب سے وہ صفدر وہ غازی پکارا بعون اللہ ان کو ابھی میں نے مارا
کئے وار ان دشمنوں نے قضا را رہا سب سے محفوظ زینب کا پیارا
بچے خوب گو جان پر بن گئی تھی!
دعائے شہ دیں سپر بن گئی تھی

ہوا حملہ ور بنت زہراؑ کا پالا غدو سے لپٹ کر گلا کاٹ ڈالا
بجا لائے حکم شہنشاہ والا نظر آ گئی قدرت حق تعالیٰ
دہیں دو سرے پر کیا وار ہٹ کے
گرے ہاتھ ظالم کے شانوں سے کٹ کے

پکارے علمدار خالق کا سایا مزا اس صفائی کا ہم نے اٹھایا
یہاں تیسرا بھی تہِ تیغ آیا! ہوا چاک سینہ لہو میں نہایا
زمیں پر دلِ کینہ پرور کو دیکھا
ہنسے عونؑ مڑ مڑ کے اکبرؑ کو دیکھا

وہ گویا ہوئے شکر کے بیاں سے کریں عونؑ تعریف ہم کس زباں سے
تمھارا سا دل کوئی لائے کہاں سے جھکے بہر تسلیم کس عزم و شاں سے
چلے عونؑ اس جا سے گھوڑا بڑھا کے
بہت روئے بھائی کے لاشے پہ آ کے

کہا لاش سے ہو کے مضطر نہ دیکھا ادھر آپ نے اے غضنفر نہ دیکھا
لڑا عونؑ اعدا سے کیونکر نہ دیکھا جہادِ برادر، برادر نہ دیکھا
عجب ہو کا عالم نظر آ رہا ہے
بلا لیجیے، بھائی گھبرا رہا ہے

کھڑے رو رہے تھے یہاں عونؑ خوشخو ٹپکتے تھے بھائی کے لاشے پہ آنسو
چلیں برچھیاں چھد گئے دونوں پہلو کٹے آ کے پر دار تیروں سے بازو
ہوا شور ماننِ جعفرؑ اٹھا لو
سنبھلنے نہ دو، برچھیوں پر اٹھا لو

ہوا دفعتاً صف شکن ٹکڑے ٹکڑے قبا ٹکڑے ٹکڑے کفن ٹکڑے ٹکڑے
ہوئے سارے عضو بدن ٹکڑے ٹکڑے گرا ہو کے رشکِ حسینؑ ٹکڑے ٹکڑے
محمدؑ ادھر بے خبر سو رہے تھے
ادھر عونؑ بہلو میں جی کھو رہے تھے

پکارے کہ فدوی قدم دیکھ لیتے ہمیں بادشاہ امم دیکھ لیتے
ہوئے ہیں جو ہم پر ستم دیکھ لیتے حضور آپ آتے تو ہم دیکھ لیتے
ثوابِ زیارت ادھر لیتے جائیں
مسافر ہیں زادِ سفر لیتے جائیں

یہاں بولیں زینب کہ دل ہل گیا ہے یقیں ہے مجھے عونؑ کی یہ صدا ہے
وہی اپنے ماموں سے کچھ کہہ رہا ہے کہا رو کے فضہ نے بی بی بجا ہے
گرے عون گھوڑے سے دشتِ وغا میں
چراغ آپ کا بجھ رہا ہے ہوا میں

کیا خاک پر گر کے زینبؑ نے سجدہ کہا اے مجیب الدعا شکر تیرا
یہاں سن کے آواز، دل شہ کا تڑپا گئے صورتِ برق فرزند زہراؑ
بہت جلد پھر کے حسینؑ آئے رن سے
لڑے بھانجوں کو اٹھالائے رن سے

ذرا عون کو ہوش آیا قضارا جھکے اکبر اس نے کیا یہ اشارا
شبیہہ نبی حال دیکھا ہمارا نہیں پیاس سے بات کا ہمکو یارا
ملے کوئی قطرہ کہیں سے تو لادیں
ہمیں آپ تھوڑا سا پانی پلادیں

شہ تشنہ لب روئے اکبر سے پوچھا یہ کیا مانگتے ہیں کہو ہم سے بیٹا
بہت عون تڑپے ہوا طرفہ صدما کہا کچھ نہیں کچھ نہیں میرے آقا
خجالت کا باعث ہوئی پیاس میری
فدا آپ کی پیاس پر پیاس میری

یہ پیری یہ پانی نہ دو روز پانا یہ ہمسے غلاموں کی لاشیں اُٹھانا
کہا شہ نے غیرت میں تم ہوگیا نا گذرجائے گا عونؑ یہ بھی زمانا

اگر آبِ دریا ستمگر پئیں گے
تو ہم تم بھی آج آبِ کوثر پئیں گے

یہ فرما کے فرمایا اکبرؑ سے اکبرؑ مجھے شرم آتی ہے جاؤں میں کیونکر
ذرا جاؤ دیکھو ہے کیا حالِ خواہر گئے آبدیدہ شبیہہ پیمبرؐ

کہا بڑھ کے زینبؑ سے آنسو رواں ہیں
تمھارے وہ شاگرد دونوں کہاں ہیں

سُنا میں نے سب ماجرا لاؤ اکبرؑ محمدؑ اگر مر گیا لاؤ اکبرؑ
جو ہو عونؑ زندہ بلا لاؤ اکبرؑ پھوپھی صدقے جلدی اُٹھا لاؤ اکبرؑ

کہو جا کے عزّت بڑھائیں برادر
غلاموں کو خود لے کے آئیں برادر

کہا جا کے اکبرؑ نے اے شاہ عادل نہیں حال اُن کا گزارش کے قابل
ہوئے ہیں فدائے شہ دیں یہ عاقل پھوپھی ہیں بہت اپنے خوشنود و خوشدل

بلاتی ہیں دونوں کو بابا اُٹھاؤ
کہا شاہ نے خیر اچھا اُٹھاؤ

چلے بس اُنھیں لے کے شیدائے باری سُنی جو پسِ پردہ حضرت کی زاری
چلو صاحبو جلد زینبؑ پکاری ذرا مرنے والوں کی دیکھو سواری

نہ کی رن سے آنے میں کچھ دیر آئے
عجب چاند آئے عجب شیر آئے

اسی گفتگو میں ہوا حشر برپا اُٹھایا جو قاسم نے ڈیوڑھی کی پردا
حسینؑ آئے لے کے محمدؑ کا لاشا لیئے عونؑ کو اکبرِ ماہ سیما
کہا شہ نے کارِ وفا کر چکے ہیں
بہن لو وہ مرتے ہیں یہ مر چکے ہیں

وہ قاسم کا باہر سے آنا وہ جانا وہ پُرگو ڈھالیں وہ تلواریں لانا
وہ دونوں کے گھوڑوں کا خیمہ میں آنا وہ مونہ ڈھانپ کے سب کا آنسو بہانا
یہ مجروح تھے چل نہ سکتے تھے گھوڑے
سواروں کو حسرت سے تکتے تھے گھوڑے

لِٹایا محمدؑ کو شہ نے زمیں پر لپٹتی تھیں اس لاش سے بنتِ حیدرؑ
اُڑھاتے تھے سب لوگ میت کو چادر یہ کہہ کہہ کے گرتی تھیں اُس دم وہ مضطر
ہُوا ہے فدا شاہ پر رن میں جاکے
ذرا پیار کر لوں گلے سے لگاکے

ادھر سے اِدھر آئیں زینبؑ پریشاں اِشارہ کیا اُس نے جاتے ہیں اماں!
کہا جاؤ شاباش خالق نگہباں سدھارا سوئے باغِ جنت وہ ذیشاں
پکارے مصیبت کے دن بھرنے والے
ہوا خاتمہ مرگئے مرنے والے

بس اے سوگوارو سلامت رہو تم ہُوا شورِ آہ و فغاں سے تلاطم
مجھے بھی نہیں غم سے تابِ تکلم سلام علیکم سلام علیکم
بنے ابرِ نیساں، بہت روئے آکے
چلے عشق کے گھر سے موتی لُٹا کے

۷۸۶

پانچواں مرثیہ

درحال عقد جناب شہربانو یہ

بند (۱۸۸)

بلقیس کو علی کے سلیماں کی یاد ہے　　نجمِ سحر کو مہرِ درخشاں کی یاد ہے
حورِ جناں کو یوسف کنعاں کی یاد ہے　　شاہِ زناں کو شاہ شہیداں کی یاد ہے
پیدا ہوا ہے عشق شہِ مشرقین سے
ہوتا ہے عقدِ بانوئے خوشخو حسینؑ سے

تھا یزدجرد ملک عجم میں جو بادشاہ　　بیٹی تھی اُسکی ماہ لقا عاشقِ اِلٰہ
یوں تھی لباس کفر میں وہ نیک دیں پناہ　　جیسے گہن میں چودھویں کا چاند ہو سیاہ
ظلمت سرا میں نورِ مجسم خدا کی شان
تھیں بتکدے میں حضرت مریم خدا کی شان

سوئی جو ایک رات کو وہ غیرتِ قمر　　جاگے نصیب قدرت حق آ گئی نظر
اوترا فلک سے تختِ مرصع زمین پر　　دیکھا کہ آفتاب سرہانے ہے جلوہ گر
کس حُسن سے سواریِ معصومہ لائی ہیں
حوریں دولھن بنی ہوئی جنت سے آئی ہیں

پہنے ہوئے ہے تاج جواہر ہر ایک حور — ہیں تین عورتیں کہ سراپا خدا کا نور
کالشمس فی النجوم ہیں پرتو فگن حضور — آئیں جناب فاطمہ غل ہے یہ دور دور
دل کو خدا نے اُلفتِ زہرا سے بھر دیا
بانو کو جوشِ نور نے بیہوش کر دیا

کی عرض آکے ہوش میں زہراؑ سے ناگہاں — ہمراہ ہیں جناب کے یہ کون بیبیاں
ارشاد فاطمہؑ نے کیا ہو کے شادماں — مریم ہیں ایک عیسیٰؑ گردوں نشیں کی ماں
ہیں دوسری کہ حق نے کیا نامور انھیں
حوّا ہے نام کہتے ہیں خیر البشر انھیں

ہیں تیسری خدیجہ کبریٰ جو باخدا — اللہ نے دیا ہے بڑا اِن کو مرتبا
مادر ہیں میری زوجۂ پیغمبر خدا — اوس نے کہا کہ اسم مُبارک حضور کا
ارشاد کیجیے کہ خوشی ہو ملول کی
بولیں بتولؑ، فاطمہؑ بیٹی رسولؐ کی

ان عورتوں سے پھر ہوئیں گویا وہ خوش سیر — میں چاہتی ہوں اس سے ہو آباد میرا گھر
بزم حسین میں ہو یہی شمع جلوہ گر — ہو پاس میرے چاند کے یہ غیرتِ قمر
میری بہو یہ رشکِ بہارِ چمن بنے
دولہا میرا حسین بنے یہ دولہن بنے

بولیں یہ سُن کے مریم و حوّائے ذی شعور — لاریب ہے بہشت کے قابل یہ رشکِ حور
اے فاطمہؑ اس امر میں تعجیل ہے ضرور — حوروں میں غل ہوا کہ مُبارک ہو اے حضور
شادی کے دن بھی خالقِ ارض و سما دکھائے
ہم سب کو شاہزادے کا سہرا خدا دکھائے

بانو نے سیدالشہدا کا سنا جو نام　　دل پر چلی محبت شبیرؑ کی حسام
نقش نگین دل ہوا اسم شہ انام　　غیر حسین اور زباں کو رہا نہ کام

دل میں در آئی الفت شبیر اس طرح
ہو آئینہ میں جلوۂ محبوب جس طرح

زہراؑ چھپیں نظر سے گئیں سب فرشتہ خو　　چونکی تو اوٹھ کے سوچ میں بیٹھی وہ ماہ رو
دیوار و در تمام معطر تھے چار سو　　پھیلی ہوئی تھی سارے محل میں دلہن کی بو

ایماں کی تھی صدا کہ مقدر رسا ہوا
حجرے کو عطر خلد سے پایا بسا ہوا

جب گل ہوئے چراغ کواکب بجھا قمر　　اوڑھے ردائے نور بڑھی بانوئے سحر
حجرے میں جو نسیم کا ناگہ ہوا گذر　　دیکھا ادھر ادھر تہ و بالا ہوا جگر

پھیلی جو روشنی تو قلق کچھ سوا ہوا
دل تھا چراغ صبح کی صورت بجھا ہوا

نام خدا حسینؑ ہے کیا نام خوشنما　　ہے ہر حسین حسن پر اس نام کے فدا
بیٹھی ہوئی تھی پشت کیئے سوئے اقربا　　دیوار پر دھرے تھی جبیں کو وہ مہ لقا

سب کچھ نظر سے الفت عقبیٰ میں گر گیا
گویا کہ مونہ محبت دنیا سے پھر گیا

حیران لونڈیاں تھیں خواصیں تھیں بیقرار　　لیں ایک نے بلائیں کیا دوسری نے پیار
ناگہ خموش مضطر و بیتاب جان نثار　　پروانوں کے ہجوم میں تھی شمع اشکبار

بولی کوئی کہ بات کرو دل کو کل پڑے
مونہ سے نہ کچھ کہا مگر آنسو نکل پڑے

تھا ناگوار آئینہ، کنگھی تھی ناپسند
حیرت بڑھی کبھی، کبھی الجھن ہوئی دو چند
مسّی سے احتراز تو سرمہ سے دردمند
نیلے قلق سے ہونٹ، نقاہت سے آنکھ بند
پھر آئی شام، رُخ نہ ادھر اور ادھر کیا
اُس دن کو سر جھکائے جھکائے بسر کیا

پہونچا میانِ غرب شہ شرق بارگاہ
سلطانِ شب نے نصب کیا خیمۂ سیاہ
قندیلوں پر محل کی، ستاروں کا اشتباہ
تھا روشنی کا لطف، پر اونچی نہ کی نگاہ
تھے سب چراغ و شمع سبب انتشار کا
تھا حجرے پر یقین دلِ داغدار کا

آیا اوسی خیال میں کچھ نصف شب کو خواب
پھر آگئی نظر وہی تارے وہ ماہتاب
پہلے کہا نہ شرم سے کچھ، پر رہی نہ تاب
کی فاطمہ سے عرض کہ اے آسماں جناب
اچھا تو ہے مزاج حسینؑ غیور کا
کہیئے کہاں ہے یوسفِ ثانی حضور کا

یہ سن کے فاطمہؑ نے عجب پیار سے کہا
دیکھے گی تو حسینؑ کو اے معدنِ حیا
اچھا اب آفتاب پرستی سے ہاتھ اُٹھا
ہے نام جدِّ امجدِ شبیرؑ مصطفےٰؐ
منظور تجھ کو دینِ مبینِ رسولؐ ہے؟
اوس نے کہا بتایئے، دل سے قبول ہے

کلمہ پڑھا کے جلد گلے سے لگا لیا
دیکھا جبیں کو پیار سے، ایمان عطا کیا
اچھا ہو کو فاطمہؑ نے رونما دیا
پروانۂ چراغِ جبیں خود ہوئی حیا
سر کو نصیب زانوئے خیر النسا ہوا
قرآن تھا مگر سرِ قرآں دھرا ہوا

عطرِ جناں منگا کے بسایا لباسِ تن سر میں ہوئی بہشت کی کنگھی بنی دولہن
حوروں سے لے کے روغنِ گلہائے یاسمن کی زلفِ مشکبار معطّر ختن ختن
کاکل ہر ایک زلف کی سرتاج ہو گئی
شب کو خدا کے فضل سے معراج ہو گئی

بنتِ نبیؐ بہو کو دولہن جب بنا چکیں بولیں ہوا ہے فضلِ خدا اب نہ ہو حزیں
تجھ سے جہاں میں ہوں گے کئی پیشوائے دیں ہادیٔ امام زیبِ فلک زینتِ زمیں
دریائے معصیت کے مسافر جو آئیں گے
جنت کی راہ تیرے ستارے بتائیں گے

حسرت سے پھر عروس کی جانب نگاہ کی آنسو ٹپک پڑے نہ رہا ضبط، آہ کی
پوچھا یہ کیوں حضور نے حالت تباہ کی ہچکی بندھی بتولِ فلک بارگاہ کی
فرمایا دل پہ ابرِ غم و یاس چھا گیا
تیرے مآل کا مجھے کچھ دھیان آ گیا

دو انگلیاں اٹھا کے سوئے سقفِ آسماں فرمایا بنتِ صاحبِ شق القمر نے ہاں
اوٹھا سرِ عروس تو دیکھا نیا سماں یعنی ہے زیبِ کرسیٔ نور ایک نوجواں
کہتا ہے جوشِ نور لطیف و وجیہہ ہے
جسکا نہ سایہ تھا یہ اُسی کی شبیہہ ہے

مشتاق دید نور و ضیا دیکھتی رہی حُسنِ ملک وہ حور لقا دیکھتی رہی
زہراؑ کے نورِ عین کی جا دیکھتی رہی کرسی پہ ایک نورِ خدا دیکھتی رہی
کب چشم سے تجلیٔ شاہِ زمن گئی
سونے میں آنکھ چشمۂ خورشید بن گئی

غائب ہوئیں نگاہ سے حق کی تجلیاں　　چھٹکی تو کوندتی رہیں آنکھوں میں بجلیاں
بارانِ اشک چھائی ہوئی غم کی بدلیاں　　روتی رہی اندھیرے میں لے لے کے ہچکیاں
سی پارۂ کلام دلِ پاک بر میں تھا
صورت یہ تھی کہ مصحفِ زہرا نظر میں تھا

ظاہر اصولِ صبح ہوئے بہرِ خاص و عام　　اخبارِ ختم شب میں نہ باقی رہا کلام
گردوں سے مہ کے ساتھ ستارے چلے تمام　　روشن دلوں کی جیسے جماعت پسِ امام
ہے وقتِ ذکرِ حق یہ نہیں وقت خواب کا
تھا یہ اشارہ مجتہدِ آفتاب کا

حجرے سے دیکھنے کو جھکی وہ خجستہ فال　　دیکھا جو سوئے نجمِ سحر بڑھ گیا ملال
خالِ رخِ حسینؑ کا آیا اُسے خیال　　نکلا جب آفتاب تو کانپا جگر کمال
جلوہ عروج پر نظر آیا حسینؑ کا
سمجھی کہ بے نقاب ہے چہرا حسینؑ کا

مہرِ علیؑ و فاطمہؑ کا دل میں تھا وفور　　خود یاد تھی دعائے صباح و دعائے نور
سلطانِ کربلا کی وِلا، کفر دل سے دور　　ناقوس میں صدائے اذاں قدرتِ غفور
زنار کو گلے نے عجب مرتبا دیا
تسبیحِ خاکِ پاک کا ڈورا بنا دیا

بیٹھی تھی سر جھکائے ہوئے صبح بہ اداس　　نوبت کا شور صبح کا تڑکا ہجومِ یاس
ٹھنڈی ہوا بہشت کی خوشبو گلو کی باس　　دیکھا مصاحبوں نے جو چہرہ ہوا ہراس
پکڑے تھی کوئی دل، کوئی تھامے جگر کو تھی
سارے محل میں طرفہ قیامت سحر کو تھی

سمجھیں کہ اب چھپانے میں الزام ہے کمال — جا جا کے بادشہ سے کہا یہ تمام حال
شہزادی انتہا سے سوا آج ہیں نڈھال — اب اون کے دشمنوں کی ہلاکت کا ہے خیال
اولٹا ہے دل مرض کا مگر طور کچھ نہیں
فرماتی ہیں حسینؑ حسینؑ اور کچھ نہیں

یہ سنتے ہی منجم و کاہن ہے کئے طلب — آئے تو بادشہ نے کہا ہے مجھے تعب
دنیا میں ہے حسینؑ کوئی شخص خوش لقب — دیکھو بتاؤ، اسکا حسب کیا ہے کیا نسب؟
کس سرزمین پر ہے، جواں ہے صغیر ہے!
محتاج ہے کہ صاحب تاج و سریر ہے!

ان سب نے بعد فکر و تامل یہی کہا — ملک عرب میں ایک محمدؐ ہے بادشا
بیٹی ہے اُس کی فاطمہؑ داماد مرتضےٰؑ — کہتے ہیں اوس کے ایک نواسے کو مجتبیٰؑ
آنکھوں کا نور راحت جاں دل کا چین ہے
اوس بادشہ کا ایک نواسا حسینؑ ہے

تو جس کو پوچھتا ہے یہی وہ حسینؑ ہے — جد جس کا مصطفےٰؐ ہے یہی وہ حسینؑ ہے
ماں جس کی فاطمہؑ ہے یہی وہ حسینؑ ہے — جو ابن مرتضیٰؑ ہے یہی وہ حسینؑ ہے
مشہور پنجتن جو شہ مشرقین ہیں
اول محمدؐ اون میں ہیں آخر حسینؑ ہیں

اے شہریار یہ وہ محمدؐ ہے عرش نشاں — پیدا ہوا یہ مہر تو روشن ہوا جہاں
نوشیرواں کے قصر میں تھا زلزلہ عیاں — خم ہو گئے تھے صورت محراب سب مکاں
حیرت ہوئی سبھوں کو در و بام گر پڑے
طاقوں سے کانپ کانپ کے اصنام گر پڑے

اوس بادشاہ کے ہیں علی ولی وزیر ‏ معجز نما، لباس فقیرانہ، دل اسیر
سردار، تاج بخش، عدو بند، باج گیر ‏ شیر خدا، مجاہد بے مثل و بے نظیر

سب حوصلے مٹا دیئے ارباب نار کے
خیبر کا در اکھاڑ کے، مرحب کو مار کے

ناہید فرق دان و سہا زہرہ مشتری ‏ ان سب سے ہے علی کی عیاں ذرہ پروری
تاروں کو اس کے نور نے دی نیک اختری ‏ مریخ کو جلال، ثریا کو برتری

تزئین عرش ثانی اشیاء خمس ہے
کیں جس سے آفتاب نے باتیں وہ شمس ہے

ہشت و چہار چشم فلک میں ہے اس کا نور ‏ جو خط وہ کھینچے شکل عروسی کا ہو ظہور
راس و ذنب رجوم پئے بانیٔ غرور ‏ ہو سعد وہ زحل کی نحوست کرے جو دور

طالع میں جس کے رنج سوا ہو وہ کم کرے
مہتاب کے ورق پہ عطارد رقم کرے

پروائے فال و زائچہ و قرعہ اوس کو کیا ‏ آئندہ و گذشتہ ہے سب اوس پہ آئینا
دن رات اسکا تار نظر زینت السما ‏ گہہ خط کہکشاں ہے، کبھی خط استوا

ہر دل کو عشق مرکز حق آسرا ہوا
سب نقطوں پر محیط یہی دائرا ہوا

افزوں ہے اوس سے عشق محمد کو ماہ وسال ‏ زیبا یہاں تو موسیٰ و ہارون کی ہے مثال
معلوم ہے زمیں پہ اوسے آسمان کا حال ‏ جھوٹے ہیں اوس کے آگے منجم زہے کمال

چلنے سے اوس کی تیغ کے دیں کا چلن ہوا
پیدا خدا کے گھر میں وہی بت شکن ہوا

زوجہ ہے اوس کی گلشن نورِ خدا کا پھول
زہرا، ذکیہ، فاطمۂ خیر النساءؑ، بتول
امّ الحسین، اُمِّ حسنؑ بضعۃ الرسول
شوہر کیا نہ دخترِ عمراں نے خود قبول
سچ ہے کہ عقد حضرتِ مریمؑ ہوا نہ تھا
دنیا میں کوئی مثلِ علیؑ دوسرا نہ تھا

بے شک علی کے بعد حسنؑ لاجواب ہے
وہ دوسرا کتاب امامت کا باب ہے
مملو انھیں کے وصف سے ام الکتاب ہے
مانند آفتاب شرف بیحجاب ہے
عارض ہیں مہر و مہ سحر و شام کے لئے
وجہ حسن ہے، قوت اسلام کے لئے

رکھتا ہے اُس کا چھوٹا نواسا بڑا وقار
یعنی یہی حسینؑ تجھے جس سے ہے غبار
مثلِ نبی ہے عاشق و معشوق کردگار
تنہا کریگا پیاس میں لاکھوں سے کارزار
تعظیم فرض ہوگئی ہر نیک و پاک پر
سجدہ کریگی خلق خدا اوس کی خاک پر

دربار سے محل میں گیا اُٹھ کے بادشاہ
بیٹی کو قید کر کے یہ بولا وہ کینہ خواہ
نسر و یعوق اور یغوث اس کے ہیں گواہ
اب جو لیا یہ نام نہیں قتل سے پناہ
تقدیر نے کہا کہ یہ ہے ابتدا کی قید
درپیش اے دلہن ہے ابھی کربلا کی قید

وہ رات شب سوم شب مرقد سے تھی نہ کم
اے فاطمہؑ کہاں ہو یہ کہتی تھی دمبدم
حجرے کا در ہے بند بہت گھٹ رہا ہے دم
آئی صدا حسین کی ہاں اے اسیرِ غم
گھبرا نہ اس قدر ترا قصہ عجیب ہے
شب ہے تمام صبح تمنا قریب ہے

ظاہر سحر کے ساتھ ہوئے ظفرِ فضل رب — داخل ہوا میان عجم لشکر عرب
کفار کام آئے دمِ جنگ سب کے سب — بازار بند گلیوں میں لاشے سماں عجب
سب کافروں سے مال و مکانات چھٹ گئے
بت پائمال ہو گئے بتخانے لٹ گئے

غازی جو بعد فتح مدینے میں پھر کے آئے — حاکم کے سامنے وہ اسیروں کو ساتھ لائے
سب عورتیں کھڑی ہوئی تھیں گردنیں جھکائے — غل تھا ہجوم ہے کوئی قیدی نہ چھوٹ جائے
مسجد میں اہل شہر بھی شیر خدا بھی تھے
مشکل میں تھے اسیر تو مشکل کشا بھی تھے

رکھے تھے مصطفےٰ کا عمامہ ابوتراب — تھی دوش پر ردائے رسولؐ فلک جناب
چپکی کھڑی تھی شاہ زناں باعث حجاب — حاکم رخِ عروس سے اٹھانے لگا نقاب
اپنی زباں میں اس نے کہا جو کہا کہا
سمجھا وہ پست فہم کہ مجھکو برا کہا

بولا زباں دراز ہے یہ سست اعتقاد — لے جائیں بیچنے کو اسے بانی جہاد
بولے علیؑ نہ چاہیئے غیظ و غضب زیاد — یہ کہہ رہی ہے چہرۂ ہر قمر سیاہ باد
پھاڑا تھا خط رسولؐ نہ مطلق حیا ہوئی
نازل اوسی کے ہاتھ سے ہم پر بلا ہوئی

شہزادیوں کی قید کا دستور یہ نہیں — دیتے ہیں ان کو دولت اسلام اہل دیں
مختار ہیں وہ جب انھیں حاصل ہو الیقیں — جس کو کہیں قبول وہ ہو انکا ہمنشیں
حکم نکاح دے جو شریعت شعار ہے
کیا جبر شاہزادیوں پر اختیار ہے

گویا ہوا کہ تم ہو زمانے کے رہنما ارکانِ دیں بتاؤ اسے شاہ لافتا
اٹھے علیؑ، قریب گئے اور یہ کہا زہراؑ نے خواب میں جو بتایا ہے وہ بتا
کلمہ پڑھا پکار کے اوس نیک نام نے
بے اختیار عقد کیا یہ امام نے

پھیلی خبر تمام مدینے میں ناگہاں پہنے لباس فاخرہ موجود سب جواں
شاہ زناں کو سوچ کہ جاؤں میں اب کہاں اپنی نظر میں آپ سبک، زندگی گراں
آنسو نہ تھے نقاب زمرد نگار میں
موتی بھرے تھے دامنِ ابرِ بہار میں

چھپکے کھڑے تھے جانب منبر حسنؑ حسینؑ جان علیؑ و جان پیمبر حسنؑ حسینؑ
منبر نہالِ خلد گل تر حسنؑ حسینؑ پہنے ہوئے لباس معطر حسنؑ حسینؑ
قدرت کی تھی صدا کہ یہ دو رشک باغ ہیں
روشن ہے جن سے خانۂ حق وہ چراغ ہیں

رو رو کے دیکھتی تھی وہ مضطر ادہر ادہر ناگاہ سوئے گوشۂ مسجد گئی نظر
دیکھا کہ شمسِ عالمِ رویا ہے جلوہ گر مثل نگہ قریبِ حسینؑ آئی بےخطر
بلبل صفت نثار تھی زہراؑ کے پھول پر
تھا ہاتھ دوشِ راکبِ دوشِ رسولؐ پر

جب شانے پر حسینؑ کے ہاتھ اس نے رکھ دیا بڑھ کے علیؑ نے اپنی اڑھائی اوسے ردا
سر کو ہلا کے نقیبِ ادب نے یہ دی صدا اب سرپرست خامسِ آلِ عبا ہوا
مسجد سے اوس کو حیدر ذیجاہ لے چلے
گھر میں پکڑ کے ہاتھ ید اللہ لے چلے

چالیس لونڈیاں ہوئیں شاہ زناں کیساتھ　　ہوں جیسے جاں نثار کسی قدرداں کیساتھ
تھا بلبلوں کا غول گل بوستاں کے ساتھ　　پریاں روانہ ہوگئیں حور جناں کے ساتھ
جس وقت فاطمہ کے مکاں میں مکیں ہوئی
غل تھا کہ حور داخل خلد بریں ہوئی

ڈیوڑھی سے دختران ید اللہ لے گئیں　　کلثوم ہاتھ تھام کے ہمسر اہ لے گئیں
کس آبرو سے عاشق اللہ لے گئیں　　دامن اوڑھا کے زینب ذیجاہ لے گئیں
عالی مقام و صاحب توقیر ہوگئیں
یہ بھی شریک چادر تطہیر ہوگئیں

تھے اہتمام دعوت احباب میں حسنؑ　　ڈیوڑھی عجم عرب کے رئیسوں سے تھی چمن
دولھا دلہن کی خیر یہی شور مرد و زن　　حاضر سلاح پہنے جوانان صف شکن
دامن دراز سائل بطحا کئے ہوئے
مداح تہنیت کے قصیدے لئے ہوئے

آئی خوشی کی شام زہے قدرت الٰہ　　پڑھنے کو آئے عقدہ کشا عقد مہر و ماہ
نوشاہ تاج بخش دولھن بنت بادشاہ　　عصمت ادھر گواہ شہادت ادھر گواہ
ایسے ہوئے نہ عقد کسی اور شہر میں
مہر و وفا جہیز میں سلطان مہر میں

پھولی شفق نمونہ حنا لئے ہوئے　　چھپٹے کے ستارے خلعت زیبا لئے ہوئے
آئینہ چاند شانہ ثریا لیے ہوئے　　حوریں جناں کی پھولوں کا گہنا لئے ہوئے
کہتی تھی کہکشاں مجھے شادی حصول ہو
میرا بھی گوشوارہ مرصع قبول ہو

جاں بخش تھی ہوا جدھر آئی جدھر گئی ذرّے اُڑا اُڑا کے عجب کام کر گئی
جگنو تھے سیکڑوں جو نظر اوج پر گئی شادی سے زلف شب یہ بڑھی تا سحر گئی
بازار کی بہار زیادہ تھی باغ سے
لاکھوں ہزاروں پھول جھڑے ہر چراغ سے

قدرت خدا کی مثل شب قدر تھی وہ شب پڑھتے تھے بیٹھے سورۂ اخلاص سب کے سب
جلوہ دلہن کے چہرے کا آئینہ حلب دولہا کے رخ کا عکس شبیہ کتاب رب
ہے وجہ بھی وہی، وہی صورت نگاہ میں
ابتک ہے رسم آرسی مصحف کی بیاہ میں

جب عقد ہوچکا طبق زر عطا ہوئے سب مرد و زن کو خلعت و زیور عطا ہوئے
لعل یمن زمرد اخضر عطا ہوئے فیروزہ و زبرجد و گوہر عطا ہوئے
نکلے گدا علی کے تونگر کیئے ہوئے
اطفال مٹھیوں میں جواہر لیئے ہوئے

ابر کرم زمیں سے تا چرخ چھا گیا وہ دولتیں ملیں، نہ زمیں سے ہلا گیا
پوشاک نیلگوں فلک پیر پا گیا خلعت کا تھا یہ بوجھ کہ میں جھک آ گیا
مریخ و ماہ و مہر کی شانیں سوا ہوئیں
سرخ و سپید و زرد قبائیں عطا ہوئیں

منہ دیکھ کے عروس کا بولے ابو تراب ہے شہربانو آج سے یہ آسماں جناب
چلا رہے تھے حیدر و تحسین زہے شباب دولہا کا سیدالشہدا چاہیئے خطاب
قمری کی تا سحر یہ صدا حق کے ولی کی
فرزند ہے یہ دو کی سفارش علی کی

وابستہ اپنے دم سے جو ہوا اے مرے غیور
اُس کا لحاظ و پاس ہے انسان کو ضرور
ہے دور اپنے گھر سے یگانوں سے اپنے دُور
دیکھے ہوئے ہے شوکت کسریٰ یہ ذیشعور
خاطر تمھاری ماں کو بھی اس مہ لقا کی ہے
بیٹا مقام شکر ہے قدرت خدا کی ہے

بیٹھی ہوئی تھی سر کو جھکائے ہوئے دولہن
گویا ہوئے ہو سے جناب ابوالحسنؑ
ہو بنت بادشاہ عجم اس میں کیا سخن
بیٹی ہمارے گھر کا فقیرانہ ہے چلن
شاہی کا باپ کی نہ غم اے خوش سیر کرو
یہ گھر تمھارا گھر ہے خوشی سے بسر کرو

گھونگھٹ میں ہاتھ جوڑ کے بانو نے یہ کہا
بیٹی کہیں حضور مجھے قدرت خدا
اس گھر کی لونڈیوں کا نہیں مجھ کو مرتبا
نام خباب زینب و کلثوم پر فدا
کیا رنج مجھ کو باپ کی دولت جو لٹ گئی
میں ہو کے قید کفر کے زنداں سے چھٹ گئی

لونڈی کا باپ خلق کا مشکل کشا نہ تھا
شیر خدا ہیں آپ وہ شیر خدا نہ تھا
ہادی نہ تھا، امام نہ تھا، پیشوا نہ تھا
تھا حاکم عجم شہ ارض و سما نہ تھا
فخر ملک ہے مامن جنّ و بشر یہ ہے
قصر بہشت جس سے ملے ہیں وہ گھر یہ ہے

لونڈی بلا میں کرب میں گھبرا نہ جائیگی
شکوہ سوائے شکر زباں پر نہ لائے گی
حضرت تمام عمر میں دولت جو پائے گی
صبر و رضا سے راہ خدا میں لُٹائے گی
باتیں سُنیں دولہن کی خوشی میں خلل پڑے
شاباش تو کہا مگر آنسو نکل پڑے

چندے کے بعد اور منوّر ہوا جہاں　پیدا ہوئے امام چہارم شہ شہاں
دنیا میں آئے سید سجاد ناتواں　آزاد راہ حق میں ہوئیں ساری لونڈیاں
شیریں جو تھی سبھوں میں سوا نیک رہ گئی
چالیس لونڈیوں میں فقط ایک رہ گئی

صاحب تمیز و با ادب و صاحب جمال　صورت میں لاجواب تھی سیرت میں بے مثال
تھے موج عطر مہر و وفا گیسوؤں کے بال　ابروسپہر عفت و عصمت کے دو ہلال
دست ثمرہ دعائے شہ مشرقین کو
آنکھیں پتہ فاطمہ کے نور عین کو

مونہ ایک دن دھولاتی تھی وہ صاحب حجاب　تھا آفتابہ عکس رخ شہ سے آفتاب
مسواک میں تھی خط شعاعی کی آب و تاب　پانی گل جبیں کے اثر سے ہوا گلاب
قطرے دُرِ خوش آب تھے سارے زمین پر
سورج سے گر رہے تھے تارے زمین پر

اونچی غزال شیر خدا نے جو کی نگاہ　شیریں کی آنکھ دیکھ کے فرمایا واہ واہ
دیکھے نہ خوشنما کبھی ایسے ہرن سیاہ　بینا ہے نرگس چمن قدرت اِلٰہ
چشم دوستا ہے جس سے وہ محبوب آنکھ دی
شیریں تجھے کریم نے کیا خوب آنکھ دی

تشریف لے گئے سوئے مسجد شہ زمن　بانو نے آپ اوڑھ کے بنایا اُسے دلہن
حجرہ جو تھا مزین و خوشبو حمیت چمن　بانو کے حکم سے گئی اُس میں وہ کم سخن
بیٹھی ہوئی تھی حجرۂ روشن میں اسطرح
سینے میں قلب آنکھ میں تارا ہو جسطرح

مسجد سے آئے شاہ تو دیکھا یہ ماجرا
شیریں دلہن بنی ہوئی، حجرہ سجا ہوا
بانو نے یہ کہا کہ بڑھے اس کا مرتبا
حضرت کے نام پر ابھی میں نے ہبہ کیا
بولے حسینؑ تم نے خوشی سے اگر دیا
ہم نے خدا کی راہ میں آزاد کر دیا

پھر یوں کہا حسینؑ نے شیریں ادھر تو آ
آئی وہ سامنے تو بہت کچھ عطا کیا
فرمایا ہم بھی تجھ سے ہیں خرسند خیر جا
مہمان تیرے ہوں گے ہم اے معدنِ وفا
درگاہ کبریا میں پئے نذر جائیں گے
دربارِ حق سے پھر کے ترے گھر میں آئیں گے

آزاد کر چکے جو اُسے شاہ نیک اساس
زیور دیا کسی نے کسی نے دیا لباس
شیریں حضورِ حضرت زینب گئی اداس
کی عرض اب کنیز چلی ہے کمال یاس
رخصت کیا ہے دیدۂ زہراؑ کے نور نے
آزاد کر دیا مجھے میرے حضور نے

وعدہ ہے مجھ سے آئیں گے شاہ فلک وقار
حضرت سے بھی ہوں لطف و کرم کی امیدوار
لونڈی رہیگی شوقِ زیارت سے بیقرار
بولیں ضرور آؤں گی لایا جو کردگار
شیریں بغیر میرے کہاں جائیں گے حضور
زینب ہے ساتھ ساتھ جہاں جائیں گے حضور

اوٹھی کیا سلام، کہا ہو کے بیقرار
رکھے سلامت آپ کو دنیا میں کردگار
لے لیں بلائیں عونؑ و محمدؑ کی چند بار
بولیں جھکا کے سر کو یہ زینب جگر فگار
شیریں دعائیں مانگیو ہر وقت ان کے لیے
وہ ان سے بن پڑے انھیں پالا ہے جس لیے

بانو کے پاس پھر گئی شیریں گہر فشاں
سیروں دیا جواہر اُسے ہو کے مہرباں
شہ نے کہا کہ سب ہوئیں آزاد لونڈیاں
اسپر ہے کیوں وفورِ عنایت کردیاں!
شہ کو دیا جواب یہ اُس خوشخصال نے
آزاد اِسے کیا ہے محمدؐ کے لال نے

ارشاد کرچکیں جو یہ بانوئے نیک نام
شیریں نے گرد پھر کے ادب سے کیا کلام
لونڈی چھٹی قدم سے تاسف کا ہے مقام
بچے جئیں ہمیشہ سلامت رہیں امام
لطفِ حیات کیا اُسے اس گھر سے جو گئی
شیریں کو زندگی بخدا تلخ ہو گئی

سجاد کو گلے سے لگا یا دعائیں دیں
تلوؤں سے آنکھیں ملکے گلے کی بلائیں لیں
یں جلد سرفراز ہوں باتیں یہ اُس نے کیں
شیریں کے حق میں آپ پرائے عیسیٰ حسین
کیوں آپ کس شکوہ سے شوکت سے آئیں گے!
تقدیر نے کہا نئی صورت سے آئیں گے!

پھر ہاتھ جوڑ کے وہ گری پائے شاہ پر
کی عرض اب عراق کا درپیش ہے سفر
تحفہ کوئی عراق کا مرغوب ہو اگر
فرمائش اس کنیز سے ہو شاہِ بحر و بر
نامِ عراق سن کے قلق اسقدر ہوا
کرتے کا آنسوؤں سے گریبان تر ہوا

بولے یہ اشک پونچھ کے سلطانِ خوشخصال
شیریں وہاں جب آئیں یہ اطفالِ خردسال
تحفہ ہے بس یہی تجھے ان کا رہے خیال
بیمار ہو جو کوئی ترس کھائیو کمال
اُسدم حسینؑ کے یہ سخن یاد کیجیو
سب سے زیادہ خاطرِ سجاد کیجیو

بولی وہ جاں نثار کہ آقا یہ کیا کہا! دل کانپتا ہے دلبر زہرا! یہ کیا کہا!
لونڈی نثار سیّد والا یہ کیا کہا! خدمت سبھوں کی فخر ہے میرا یہ کیا کہا!
جب شاہزادے آئیں گے قرباں جاؤنگی
زیر قدم حضور میں آنکھیں بچھاؤنگی

تسلیم کر کے جب ہوئی رخصت وہ مہ لقا فضہ کھڑی تھیں پاس گلے سے لگا لیا
وہ جھک گئی، اونھوں نے بزرگانہ دی دعا اللہ تیری عفت و عصمت کرے سوا
کرنا دعا رہیں شہ ابرار چین سے!
شیریں بھرا ہوا ہے زمانہ حسینؑ سے!

دیں شاہ کو دعائیں بڑھی آگے ناگہاں ڈیوڑھی تک اس کے ساتھ گئیں ساری لونڈیاں
ہر ایک نے گلے سے لگایا، کیا بیاں اچھا بہن سدھارو علی کی تھیں اماں
گھر میں تمھارے سید عالم بھی آئینگے
جیتے ہیں تو خدا کی قسم ہم بھی آئینگے

نکلی محل سے عاشق سلطان غرب و شرق روتی تھی مثل ابر تڑپتی تھی مثل برق
آنکھیں پُر آب زلف پریشاں عرق میں غرق سر خم، حواس میں بسبب اضطراب فرق
بلبل نہ کیوں فراق چمن میں بکا کرے
تڑپے نہ چھٹ کے بحر سے مچھلی تو کیا کرے

شیریں سوئے عراق روانہ ہوئی ادھر عرصے کے بعد شہ نے وطن سے کیا سفر
کعبہ میں بہر حج گئے سلطان بحر و بر ساماں گزشت و خوں کے وہاں آگئے نظر
مہلت نہ پائی سید عالی مقام نے
ناچار حج کو عمرہ سے بدلا امامؑ نے

پہنچے نکل کے گھر سے تھے کعبہ کے در پہ شہ زماں
تھا شہ کا ہاتھ تھامے ہوئے ایک نوجواں
خالق کا نور اس کے سراپا سے تھا عیاں
ہر مرتبہ پکار کے اوس کا تھا یہ بیاں
یہ ہے امام وقت میں حق کا وکیل ہوں
یہ رکن دیں حسینؑ ہے میں جبرئیل ہوں

ہاں آؤ حاجیو کہ غنیمت یہ ہاتھ ہے
بیعت کرو کہ قابل بیعت یہ ہاتھ ہے
دیکھو اسے برائے زیارت یہ ہاتھ ہے
شاخ نہالِ باغِ شہادت یہ ہاتھ ہے
گھر سے خدا کے رخصت سبطِ رسول ہے
جس کو ہے انکی سعی حج اسکا قبول ہے

جاتے ہیں اب امام تمھارے تو آئیں گے
اہلِ صفا یہ ہاتھ کہیں پر نہ پائیں گے
یہ اپنی وعدہ گاہ پہ کعبہ سے آئیں گے
سر نذر دینگے عاصیوں کو بخشوائیں گے
وعدہ کے روز سے یہ شہیدوں کے شاہ ہیں
محضر پہ ان کی مہر ہوئی ہم گواہ ہیں

گھر سے خدا کے سیدِ کون ومکاں چلے
کعبہ سے بادشاہ زمین و زماں چلے
پوچھا اگر کسی نے شہ دیں کہاں چلے
فرمادیا جہاں کی ہے مٹی وہاں چلے
گذرے جو منزلوں میں وہ صدمے گذر گئے
مقتل پہ اپنے آکے مسافر ٹھہر گئے

دیکھا جو کربلا میں قیامِ شہِ زمن
زینبؑ نے شاہ دیں سے کیئے یاس کے سخن
شیریں کے گھر بھی جائیگا شاہِ بے وطن
فرمایا ابنِ مخبرِ صادق نے ہاں بہن
جانا وہاں ضرور ہمیں کربلا سے ہے
مدت سے ایک عہد ہے پیماں خدا سے ہے

تھی گفتگوئے حسرت و حرماں ہزار حیف گرمی کے دن مہیب بیاباں ہزار حیف
شامیں اداس صبحیں پریشاں ہزار حیف پیشِ نگاہ موت کا ساماں ہزار حیف
راہیں تمام ہو گئیں فوج لعیں سے بند
پانی ستمگروں نے کیا سازیں سے بند

کھینچی جو پیر چرخ نے شمشیر آبدار بس آئی صبح قتل جگر بند بوتراب
بدلی ہوا سپاہ بڑھی صورت سحاب شمشیروں نے دکھائی مہ نو کی آب و تاب
ڈر سے نسیم جانِ بچا کے نکل گئی
رن میں کرن نکلتے ہی تلوار چل گئی

سر تا قدم عرق میں نہایا کیے حسینؑ رہ رہ کے قتل گاہ میں جایا کیے حسینؑ
احبابِ جاں نثار کو لایا کیے حسینؑ لاشے بہادروں کے اُٹھایا کیے حسینؑ
تاریک چشم شاہ میں دن مثل شب ہوا
نوبت جب آئی ہاشمیوں کی غضب ہوا

درد ا ہوا عقیلؑ کے پوتوں کا انتقال زینبؑ کے لال ہو گئے رن میں لہو سے لال
قاسمؑ کی لاش ہو گئی گھوڑوں سے پائمال توڑا قضا نے بازوئے سلطانِ خوش خصال
پکڑے کمر گئے جو فدائی کی لاش پر
غش آ گیا حسینؑ کو بھائی کی لاش پر

روتے ہوئے فرات سے لے کے علم پھرے اکبرؑ کا ہاتھ تھامے ہوئے شاہ خم پھرے
کس یاس سے یہ کہتے ہوئے دمبدم پھرے عباسؑ نہر سے نہ پھرے آہ ہم پھرے
بولے پہونچ کے گنج شہیداں میں کیا کریں
اب ہم خدا کی راہ میں کس کو فدا کریں

اکبرؑ نے عرض کی ابھی جیتا ہے جاں نثار ۔ شہ نے کیا پسر کو گلے سے لگا کے پیار
دیکھا فلک کی سمت کہا ہو کے بیقرار ۔ اس دم عطا ہو صبر مجھے میرے کردگار
بولے پسر سے جاؤ یہ قصہ پسر چکے
رہ جائے نام تم بھی چلے ہم بھی مر چکے

اکبرؑ سر پئے جہاد چلے تیغ کی علم ۔ مُڑ مُڑ کے دیکھتے تھے سوئے شاہ دمبدم
ڈر تھا کہ گر پڑیں نہ تعلق سے شہِ امم ۔ جب تک لڑا وہ شیر نہ تھا شہ کے دم میں دم
نیزہ دلِ شبیہہ نبیؐ پر جو چل گیا
بولے حسینؑ آہ کلیجہ نکل گیا

گھوڑے سے گر کے یوسفِ شبیر مر گئے ۔ غل تھا کہ جیتے جی شہ دلگیر مر گئے
خیمے سے لائے شاہ لگا تیر مر گئے ۔ اکبرؑ کے بعد اصغرِ بے شیر مر گئے
تنہا تھے شاہ سامنے فوجیں کھڑی ہوئی
طوسی لباس خون کی چھینٹیں پڑی ہوئی

رونے کی پیٹنے کی صدا آئی ناگہاں ۔ ڈر تھا نکل نہ آئیں نبیؐ کی نواسیاں
گرتے ہوئے محل میں گئے سرورِ زماں ۔ گویا ہوئے پکار کے سلطانِ انس و جاں
سر پیٹنے کی جا نہ محل یہ فغاں کا ہے
مانگو دعائیں صاحبو وقت امتحاں کا ہے

بولے بہن سے جاؤ بہن رو رہی ہو کیا ۔ لادو کوئی پھٹا ہوا کُرتا کوئی قبا
سمجھیں کرینگے شہ کسی محتاج کو عطا ۔ لے آئیں جلد دوڑ کے زینب برہنہ پا
ہر جا سے اُس کو چاک کیا تشنہ کام نے
پہنا لباسِ جنگ کے نیچے امامؑ نے

تڑپی یہ دیکھتے ہی سکینہ بصد محن | بولی پکڑ کے دامن سلطان بے وطن
پھٹتا ہے دل اتار دیے بابا یہ پیرہن | بہلا دیا امام نے فرما کے یہ سخن
دم بھر رہیں گے سایہ میں تیغ و سناں کے ہم
لعبد زوال ہونہیں گے جلتے جناں کے ہم

سیدانیاں تھیں گردِ حسینؑ اڑ رہی تھی خاک | لرزاں تھے بند بند کلیجے تھے چاک چاک
پوچھا بہن نے ہو گئے مجبور امام پاک | فرمائے کان میں جو سخن ہائے دردناک
غش کھا کے وہ کلام برادر سے گر پڑی
آنکھوں سے اشک اور ردا سر سے گر پڑی

آنسو چھڑک چھڑک کے رداؤں کی دی ہوا | اک شور تھا کہ مر گئیں زینب غضب ہوا
کیا جانیے حضور نے ارشاد کیا کیا | آیا ذرا جو ہوش کہا وا مصیبتا
کہتے ہیں کوئی دم میں قضا آئے گی بہن
پوشاک سب حسینؑ کی لٹ جائے گی بہن

چادر اوڑھائے کوئی کفن دے یہ کیا مجال | تو میں رہے گا لاشۂ مجروح پائمال
پہنے جو ہوں لباس کہن میں شکستہ بال | شاید نہ میرے لاشے سے لیں اسکو بد خصال
پر ہے یقیں بدن سے سراسر اتار کے
لیجائیں گے اسے بھی ستمگر اتار کے

بس حشر تھا سُنے جو قیامت کے یہ کلام | فرما کے الوداع چلے سید انام
ایک ایک کو گلے سے لگاتے رہے امامؑ | حضرت کے ساتھ ڈیوڑھی تک آئے حرم تمام
باہر گئے عرق میں نہائے ہوئے حسینؑ
تھے دونوں آستین چڑھائے ہوئے حسینؑ

دیکھا ادھر ادھر نظر آیا نہ کوئی ماہ
خاک اڑ رہی تھی شہ کا جلو خانہ تھا تباہ
دیکھا قریب آگئی ہے شام کی سپاہ
جلدی ہوا سوار دو عالم کا بادشاہ

حسن و جمالِ اکبرؑ و اصغرؑ نظر میں تھا
برچھی تھی دل میں تیر سہ پہلو جگر میں تھا

دولا کہہ پہ چلے تھے عجب شان سے امام
آلودۂ غبار تھی سب زلف مشک فام
تھا زرد مثل شمس رخ سیدِ انام
حضرت سے تھا یہ بیکسی و یاس کا کلام

اے از ازل بماتم تو در بسیط خاک
گیسوئے شام باز و گریبان صبح چاک

زندہ تھے جب رسولؐ خدا مالک الرقاب
دو خاتم زمرد و یاقوت لاجواب
بھیجی تھیں بادشاہِ یمن نے پئے جناب
پہنے تھے کربلا میں اُنھیں مہر بو تراب

جلوے نگوں کے پنجۂ شاہِ زمن میں تھے
تابندہ سبز و سرخ تارے کرن میں تھے

صل علیٰ کے احتشام سے ناقے پہ تھے سوار
قبلہ کی سمت مونہ کیے کہتے تھے بار بار
کر رحم، عدل سے نہیں قابل گناہگار
مالک ہے بوتراب کا بیٹا یہ خاکسار

تو نے کہا کلیم سے لطف و عطا کروں
اس مشتِ خاک کو جو نہ بخشوں تو کیا کروں

تھا ہاتھ میں حسینؑ کے قرآں کھلا ہوا
ناقہ بڑھا کے مصحفِ ناطق نے دی صدا
میں حجتِ خدا ہوں مرا کام ہے عطا
احسان کے سوا نہیں احسان کی جزا

اس کا ادب کرو جو نہیں مجھ ملول کا
اللہ کی کتاب ہے ناقہ رسولؐ کا

بولا نہ کوئی جب تو پھرے شاہِ دیں ادھر　　سبطِ نبی سوار ہوئے ذوالجناح پر
شانے پہ شکلِ جعفرِ طیّار لی سپر　　باندھی مثالِ شیرِ خدا جنگ پر کمر
قبضے کو چوم کے جو کہا مرتضیٰ علیؑ
نکلی کمر سے تیغ علی کہہ کے یا علیؑ

اعدا سے بولی موت کہ بس انتظار کیا　　حسرت سے موت کئے ہوئے ذوالفقار کیا
آئے نہ آئے دم کا بھلا اعتبار کیا　　بدلو زباں چلے نہ چلے اختیار کیا
پیشِ نگاہ تیغِ امامِ حجاز ہے
توبہ کرو ابھی تو درِ توبہ باز ہے

لشکر سے ایک بار چلے تیر اس قدر　　خورشید کی شعاع چھپی رن میں سر بسر
تھی دھوپ چھاؤں ہو گئی بیکس حسینؑ پر　　سن سن کی آرہی تھیں صدائیں ادھر ادھر
چھد چھد گئے طیور جہاں گوشہ گیر تھے
کانٹوں کی شکل رن کے درختوں میں تیر تھے

جب کھائے تیر شاہ کے تیور بدل گئے　　اُٹھے سبھوں کے پاؤں جو دو ہاتھ چل گئے
گھوڑا اُڑا کے یوں دمِ جنگ و جدل گئے　　فوجوں کے اُس طرف شہِ والا نکل گئے
پامال فوجِ ظالم و بدخواہ ہو گئی
لشکر میں صاف ادھر سے ادھر راہ ہو گئی

کالی گھٹا میں چاند ادھر آیا ادھر گیا　　بجلی چمک گئی یہ کھلا بس وہ مر گیا
ہچکی لگی اسے وہ گرا وہ گذر گیا　　آنے لگی صدائے سقر میں تو بھر گیا
بولی قضا کہ تیغ مجھے کام آج کیا
مونہ پھیر کے کہا کہ تری احتیاج کیا

لشکر کو ذوالجناح نے روندا دمِ جدال — زرہیں ملی تھیں خاک میں جیسے شکستہ جال
نعلوں سے ٹکڑے ہو گئیں تیغوں کا تھا یہ حال — ٹاپوں سے پس کے ہو گئی ہر ایک ڈھال
مٹی ہے رنگ دیکھئے نقشِ زمین کا
پانی ہوا جبھی سے کلیجہ زمین کا

مشکی فرس کی چال نے دل کر دیے لہو — بیشک وہی تو مشک ہے دے آپ سے جو بو
نقشِ قدم تھے نافہ آہو کی آبرو — پھرتی تھی سوگوار پری رن میں چار سو
رنگِ سیہ اسی سے ملا خوش خرام کو
یعنی کرے گا خاک سیہ فوجِ شام کو

غصہ میں راہوار کہ اللہ کی پناہ — چھایا ہوا غبار کہ اللہ کی پناہ
خونبار ذوالفقار کہ اللہ کی پناہ — چاروں طرف پکار کہ اللہ کی پناہ
زخمی تڑپ رہے تھے سنبھلنا محال تھا
جانوں کو مارے ڈر کے نکلنا محال تھا

پھینکے علم ہوئی متفرق سپاہِ شر — تھا سایہ دار وادیِ غربت میں جو شجر
آ کے وہاں ٹھہر گئے سلطانِ بحر و بر — ہر بار تھی بہارِ گلِ زخم پر نظر
جاری عرق تمام تنِ خوش خرام سے
بوندیں ٹپک رہی تھیں لہو کی حُسام سے

دیلم میں پہلوان جو تھا ایک بے بدل — پہنچا تھا اس کو حکم یزیدِ زبوں عمل
ہے سامنا عرب کے شجاعوں سے آجکل — فوجیں گئی ہوئی ہیں تردد کا ہے محل
جا جلد نام ہاشمیوں سے وغا میں ہے
دشمن کو جنگ وقتِ سحر کربلا میں ہے

دختر تھی اُس کی ایک جواں یا کہ خرد سال بیٹی سے تھی محبت و الفت اُسے کمال
بولا گلے لگا کے ہوا ہے بڑا ملال یثرب کے بادشاہ سے درپیش ہے جدال
جاتے ہیں خیر سے جو آئیں ہم
بیٹی تمھارے واسطے کیا چیز لائیں ہم

بولی بلائیں باپ کی لے کے وہ نوحہ گر ہاتھ آئے ایک خاتم یاقوتِ سرخ اگر
لانا ضرور میرے لیئے اُس کو اے پدر رویا یہ سُنکے خوب روانہ ہوا ادھر
دم ایک دم کہیں نہ لیا اُس نے راہ میں
وارد وہ دوپہر کو ہوا رزمگاہ میں

آیا نظر ہزار سواروں سے ناگہاں چھتر زری لگائے مع نوبت و نشاں
لینے چلا اُسے پسر سعد بد گماں کھولے ہوئے سیاہ علم لشکر گراں
دلوائی اُس کو نذر جوانان شام سے
لایا بڑے ادب سے بڑے احتشام سے

دُھلوا کے ہاتھ پاؤں کہا ہے دم سعید ہے فتح تیرے نام، مبارک ہو تجھ کو عید
سب کو کیا ہے صبح سے اس وقت تک شہید باقی ہے ایک شخص اُسے پیاس ہے شدید
گو بولنے کی تاب نہ طاقت وغا کی ہے
ڈرتا نہیں کسی سے یہ قدرت خدا کی ہے

لاشے اُٹھا رہا ہے سحر سے پڑے ہیں تیر اوٹھانے وہ بنا کے ابھی تربت صغیر
ایسے قلق سہے کہ ہوا دوپہر میں پیر سرکاٹ لا کہ حال ہے اس کا بہت تغیر
بھائی رہا نہیں، کوئی بیٹا رہا نہیں،
بیکار دونوں ہاتھ ہیں کچھ سوجھتا نہیں

شہ سے مقابلے کو چلا پہلوان جب — باجے بجے لرز گئی رن کی زمین سب
یہ غل ہوا کہ لو نہیں بچتے حسینؑ اب — تھے اوس کا دل بڑھانے کے ساماں عجب عجب
گو اہتمام فوج عدو میں بڑے رہے
شبیرؑ جس طرح سے کھڑے تھے کھڑے رہے

حسنِ درخت و مرکب و تیغ شہ جلیل — سدرہ، براق، برق شرربار، جبرئیل
تھا اُس طرف عدو کے لیے لشکرِ ذلیل — تھی بیکسی جلو میں یہاں تھا خدا کفیل
سقے تھے اُس شقی کے برابر کھڑے ہوئے
نزدیک شہ تھے ساقیِ کوثر کھڑے ہوئے

جس دم رہا امام دو عالم سے تھوڑی دور — اُس نے کیا کمال تکبر بڑا غرور
سیفِ علیؑ کو تکنے لگے سیدِ غیور — کی عرض ذوالفقار نے کیا حکم ہے حضور
مانگے پناہ سامنے شہ ذیشاں پناہ تک
کہیے تو دم میں خون ہو ماہی سے ماہ تک

اُس نے کہا کہ وار کرو بادشاہ دیں — ارمان رہ نہ جائے کہ تم ہو بہت حزیں
فرمایا مسکرا کے یہ عادت نہیں ہمیں — مارا عدو نے گرزِ گراں ہو کے خشمگیں
پہونچا نہ کچھ ضرر شہ گردوں شکوہ کو
ٹالا سرِ کلیم سے خالق نے کوہ کو

مجبور ہو گیا نہ رہا بازوؤں میں کس — بولا تمہاری ضرب کو روکوں یہ ہے ہوس
کس دبدبہ سے شاہِ اُمم نے کہا کہ بس — برہم ہے ذوالجناح یہاں سے ہٹا فرس
زخمی ہے گو یہ ہاتھ مگر قلعہ گیر ہے
پہچان تو یہ تیغ جنابِ امیر ہے

ہے صاعقہ بھی موت بھی قہرِ خدا بھی ہے
نامِ ایک ذوالفقارِ شہ لافتا بھی ہے
جن پر چلی ہے یہ کہیں ان کا پتا بھی ہے
کیا کہہ رہا ہے تو مجھے پہچانتا بھی ہے
دیکھا نہ تو نے حال ابھی عمر گذر گیا
بھاگے یہ سب تو آکے یہاں میں ٹھہر گیا

کچھ پوچھتا ہوں اے بن ثابت مجھے بتا
بیٹی سے مل کے تو جو چلا اُس نے کیا کہا
منت سے کی تھی ایک انگوٹھی کی التجا
مونہ شہ کا دیکھ دیکھ کے بولا بجا بجا
قربان ہمت شہ عالی وقار کے
خاتم علیؑ کے لال نے دیدی اتار کے

فرمایا جا کہ ہے تری بیٹی کو انتظار
روئی وہ تیرے واسطے ہے مجھکو ناگوار
رہتی ہے بہرِ خاتم یاقوت بیقرار
دینا یہ میری سمت سے اے مرد نامدار
پہونچا یو دعائے سلیمانِ کربلا
کہنا کہ ہے یہ ہدیۂ مہمانِ کربلا

تڑپا جگر، سُنے جو کلام شہ زماں
بے اختیار آنکھوں سے آنسو ہوئے رواں
دل سے کہا کہ ملک بشر میں یہ جو کہاں
ٹھنڈا ہوا تلق سے بدن جیسا کی فغاں
دیکھا رُخِ امام ہوا اضطراب میں
ہاتھوں سے گرز چھوٹ گیا اضطراب میں

کی عرض ہاتھ جوڑ کے ائے خسروِ انام
فرمائیے تو آپ پیمبر ہیں یا امام
آگے بڑھیں حضور گرے پاؤں پر غلام
ہے کیا ملازمانِ فلک آستاں کا نام
مجھ سے بڑا قصور ہوا جانتا نہ تھا
بندہ خدا گواہ ہے پہچانتا نہ تھا

بولے حسینؑ بیکس و ناکام ہے حسینؑ بیشہ ہے جس کا صبر وہ ضرغام ہے حسینؑ
اسوقت آفتاب لبِ بام ہے حسینؑ ہوں دلبر حبیب خدا نام ہے حسینؑ
آتی ہے شرم اُمتِ جد کی جفا کہوں
خالق ہے میرے حال پہ آگاہ کیا کہوں

ہیں اُمتِ رسول انھیں کیا بتاؤں میں اب بھی جو ہو خوشی تو کسی سمت جاؤں میں
جنگل سے پھول کے بھی نہ بستی میں آؤں میں دل میں جو میرے داغ ہیں کیونکر دکھاؤں میں
اُس نے کہا تری لبِ شہ میں ذرا نہیں
فرمایا تین روز سے پانی ملا نہیں

تو دیکھتا ہے سامنے وہ نہر ہے رواں بچے ہیں میرے پیاس کی شدّت سے نیم جاں
شیروں نے بھوک پیاس میں کھائی ہیں برچھیاں جا دیکھ ایسے دیکھے نہ ہوں گے کبھی جواں
ناحق رولا رولا کے ہنسے اہلِ کیں مجھے
قبر میں بھی دوستوں کی بنانے نہ دیں مجھے

پائے حسینؑ پر وہ گرا تھام کے جگر شفقت سے شہ نے ہاتھ دھرا اُسکی پشت پر
بولا کہ اذنِ جنگ ملے شاہ بحر و بر سلطانِ کربلا نے کہا اے خجستہ سر
جو مر گئے وہ مر گئے دشتِ نبرد میں
تیرا نہیں ہے نام شہیدوں کی فرد میں

میں ہوں امام وقت زمانہ کا رہنما واجب ہے تجھ کو میری طاعت نسے بجا
گرمی میں آبِ سرد جو خالق کرے عطا پیاسوں کو یاد کیجیو اے بندۂ خدا
زخمی حسینؑ تشنہ دہاں کو نہ بھولنا
اس خشک ہونٹ خشک زباں کو نہ بھولنا

اُٹھ کر پھرا وہ گردِ شہنشاہِ کربلا تسلیم کی حسینؑ کو ردتا ہوا چلا
مشتاقِ تیغ شمر ہوا شاہ کا گلا دل سے کہا ولا میں نہیں کچھ غمِ بلا
مقتل پہ اپنے آپ گئے بے نظر حسینؑ
گھوڑے سے اُتر کے بیٹھ گئے خاک پر حسینؑ

آواز دی کہ ہر ستمگار جلد آ اب خاتمہ ہے کھینچ کے تلوار جلد آ
دکھتا ہے دم نکلنے کو ہر بار جلد آ یہ نیم جاں ہے عازمِ دربار جلد آ
کٹ جائے سر لہو میں تنِ زار غرق ہو
اقرار میں حسینؑ کے لیکن نہ فرق ہو

کھینچا کمر سے شمر نے خنجر غضب ہوا آیا قریبِ سبطِ پیمبر غضب ہوا
خود قبلہ رد ہوئے تہ مضطر غضب ہوا بیٹے پسر سے دور کے حیدر غضب ہوا
محراب جان کے تہِ شمشیر جھک گئے
بلائے خاک حضرتِ شبیرؑ جھک گئے

سجدے میں تھے سیدِ مظلوم اس قدر رن کی زمین گرم ہوئی آنسوؤں سے تر
کہتے تھے بخش دے مجھے معبود رحم کر رحمت سے نا اُمید نہیں خوف ہے مگر
جو تجھ سے عرض کی وہی تو نے عطا کیا
مالک تمام عمر ہوئی میں نے کیا کیا

کہتے تھے سب ملک بشر ایسا ہوا نہیں تھا حکم ذوالجلال کہو اس میں کیا نہیں
کیوں قدسیو! حسین ہے بے مثل یا نہیں ہم کو کسی نے یوں کبھی سجدہ کیا نہیں
اب کس طرح نہ خاطرِ سبطِ رسول ہو
جب یوں دعا کرے تو نہ کیونکر قبول ہو

جو کچھ ہو احتیاج اسی دم عطا کریں کہہ دے جو ایک بار، دو عالم عطا کریں
دیں سب جو التماس کم ہے اگر کم عطا کریں مانگے نہ مانگے سب کچھ اسے ہم عطا کریں
سر دے جو ہم کو بندۂ وہ عالی گہر یہ ہے
دربار بے نیاز کے قابل بشر یہ ہے

افلاک پر نمازی حیدر کی تھی ثنا سجدے میں تھا مُصلّی زہرا جھکا ہوا
تھا پہلوئے حسینؑ میں جلاد بے حیا ڈیوڑھی سے بیکسوں نے جو دیکھا یہ ماجرا
تا آسماں بلند فغاں کی صدا ہوئی
تھرا گئے خیام قیامت بپا ہوئی

بانو کی تھی صدا کہ اوڑھا دو ردا سیاہ لوگو! میں رانڈ ہوتی ہوں گھر ہو گیا تباہ
ہوتا ہے ذبح صاحب یثرب کا بادشاہ قرآں لئے تھیں ہاتھ میں زینب لبوں پہ آہ
بہر امام جنّ و بشر پیٹتی رہیں
منہ اولٹ کے لونڈیاں سر پیٹتی رہیں

ناگہہ ہوا یہ شور کٹا سر حسینؑ کا لاشہ تڑپ رہا ہے زمیں پر حسینؑ کا
لوٹو لباس بیکس و بے پر حسینؑ کا تاراج ظلم و جور سے ہو گھر حسینؑ کا
جلدی اسیر احمدِ مرسل کی آل ہو
ہاں جسمِ سیّد الشہدا پائمال ہو

پھیلی جو رن میں خونِ گلِ فاطمہؑ کی بو آندھی سیاہ آئی برسنے لگا لہو
اڑنا وہ طائران بیاباں کا چار سو آنکھوں سے وحشیوں کے بہے اشک تا گلو
ڈوٹے، جھکے یہ حال درختوں کا رن میں تھا
آیا ہوا تھا زلزلہ، سورج گہن میں تھا

پانی میں ایک شور تلاطم ہوا عیاں دریا سے قتل گاہ تک آئی تھیں مچھلیاں
تکرار ہے تھی کوہ صدا اٹھی کہ الاماں سر ہے حسینؑ حضرت زہراؑ کی تھی فغاں

ہر سوگوار کوٹ کے سینہ نکل پڑی
باہر ہجوم سے بے سکینہ نکل پڑی

چلائی سر کو پیٹ کے بابا کا سر کٹا زینب پکاریں سیّد والا کا سر کٹا
فضہ کا تھا کلام کہ آقا کا سر کٹا مہمانِ کربلائے معلّٰی کا سر کٹا

مونہ پیٹتی تھیں بال پریشاں کیے ہوئے
تھا شمر سامنے سرِ سرور لیے ہوئے

دن کا وہ قتل گاہ میں ڈھلنا ہزار حیف سن سن ہوائے گرم کا چلنا ہزار حیف
وہ خیمۂ حسینؑ کا جلنا ہزار حیف بچوں کا مارے ڈر کے دہلنا ہزار حیف

فریاد وقتِ عصر کٹا سر حسینؑ کا
تا شام کربلا میں لٹا گھر حسینؑ کا

واحسرتا یہاں تو عجب انقلاب تھا یثرب کیا مدینہ میں وہاں اضطراب تھا
پیشِ نگاہ فاطمہؑ کا آفتاب تھا آرام دن کو تھا اُسے شب کو نہ خواب تھا

کہتی تھی ہے قلق کہ نہیں شکل چین کی
فرمائے ذوالجلال حفاظت حسینؑ کی

سوئی جو ایک روز پریشاں وہ خوش سیر بیکس حسین خواب میں آئے اسے نظر
دیکھا لباس ابنِ علیؑ ہے لہو میں تر نیزوں کے پہلو میں ہیں روزن ادھر اُدھر

کہتے ہیں ایک وعدہ وفا کر کے آئے ہیں
فرصت نہ زندگی میں ہوئی مر کے آئے ہیں

ہم گھر سے کربلا میں گئے آہ کیا کہیں ۔ جو رو دیکھنا نے یہ لشکر گراہ کیا کہیں
احوال ... اسد اللہ کیا کہیں ۔ شیریں یا ہم اپنا قصہ جانکاہ کیا کہیں
کس حال میں ہیں جا کے ذرا سب سے پوچھ لے
ہم پر جو کچھ گزر گئی زینب سے پوچھ لے

یہ سن کے کیونکہ سے خواب میں تڑپی وہ خوش خصال ۔ چونکی تو روتے رونے ہوا کچھ عجیب حال
لالہ ڈھونڈھتی رہی ہر سو دم ملال ۔ چلائی بال کھول کے ہے ہے علی کے لال
لوگو میں کیا کروں شہ ذیشاں کدھر گئے
آئے تھے بدنصیب کے مہماں کدھر گئے

بیٹھی ہوئی تھی برہنہ سر اشک تھے رواں ۔ آ کے کسی نے دی یہ خبر اس کو ناگہاں
اترا ہے زیر کوہ عجب لشکر گراں ۔ کچھ لونڈیاں اسیر ہیں کچھ شاہزادیاں
لشکر میں ہے خوشی نہ تردد نہ فکر ہے
شیعوں کے بادشاہ کو مارا یہ ذکر ہے

بیبیوں کے سر کھلے ہیں سراسر ہزار حیف ۔ جائے نقاب بال ہیں منہ پر ہزار حیف
آگاہ رحم سے نہیں لشکر ہزار حیف ۔ بچوں کے ہاتھ باندھے ہیں کیونکر ہزار حیف
لوٹا ہے گھر سیاہ نے جس رشک ماہ کا
شاید حسین نام تھا اس بادشاہ کا

سنتے ہی نام شاہ ہدا مضطرب ہوئی ۔ شیدائے ابن شیر خدا مضطرب ہوئی
گرنے لگی جو سر سے ردا مضطرب ہوئی ۔ تھمی جب گر کو تھام لیا مضطرب ہوئی
جب آئی زیر کوہ زیادہ تعجب ہوا
عابد کا حال دیکھ کے بولی غضب ہوا

فرمایا دکھاپتے ہوئے ہاتھوں میں تھی مہار چلنے سے پاؤں سوجے ہوئے تھے چھپے تھے خار
اور ایڑیوں سے خون ٹپکتا تھا بار بار لے کے بلائیں کہنے لگی وہ جگر فگار
کیوں خوش ہیں آپ دھوپ میں جانیکے واسطے
فرمایا عاصیوں کے بچانے کے واسطے

دیکھا جو دور سے سر زینب کھلا ہوا دل کو یقین مرگ شہ کربلا ہوا
کس یاس سے کہا کہ الٰہی یہ کیا ہوا ہے ہے یہ حال دختر مشکل کشا ہوا
لائی ہے قید کرکے جنھیں فوج شام کی
ہیں یہ بہن حسین علیہ السلام کی

سر پیٹتی ہوئی جو وہ مضطر گئی قریں شرما کے مونہ چھپانے لگیں زینب حزیں
پھر سلام جھک گئی وہ صاحب یقیں کی عرض ہاتھ جوڑ کے لونڈی ہیں کیا نہیں
پھر بی کنیز کی تسلیم لیجیے
بنت علی کنیز کی تسلیم لیجیے

جز آپ کے کسی میں نہیں خوئے فاطمہ حضرت سے آرہی ہے مجھے بوئے فاطمہ
گویا رسن میں آج ہیں بازوئے فاطمہ کیوں بی بی ذبح ہو گیا آہوئے فاطمہ
خدمت میں ایک عمر رہی جانتی ہوں میں
اچھی طرح حضور کو پہچانتی ہوں میں

یہ سنکے ضبط آہ کیا دم الٹ گیا فرمایا کیا بتاؤں کہ دل غم سے پھٹ گیا
جی زندگی سے ہجر برادر میں ہٹ گیا شیریں ترے حسین کا سر تن سے کٹ گیا
اطفال بادشاہ امم قید ہو گئے
بھائی ہمارے مر گئے ہم قید ہو گئے

ہے تنے تھے ذبح سرور دیں دیکھتی تھی میں
تھا حلق زیر خنجر کیں دیکھتی تھی میں
جور و جفائے شمر لعیں دیکھتی تھی میں
ہلتی تھی کربلا کی زمیں دیکھتی تھی میں
کس کو پکارتی کوئی فریاد رس نہ تھا
سر پیٹ کے میں رہ گئی کچھ اور بس نہ تھا

بھائی کے بعد ظلم اُٹھائے ہیں بے حساب
سر پہ نہیں ردا ہے مونہ پر نہیں نقاب
تو نے کیا سلام، مجھے آگیا حجاب
مشہور ہوں جہان میں بنت ابو تراب
مشکل ہوا جواب سلام اب یہ حال ہے
رسّی بندھی ہے ہاتھ اُٹھانا محال ہے

چلائی خاک ڈال کے سر پر وہ ذیشعور
فرمائیے تو جا کے ردا لاؤں اے حضور
شرما کے بولیں زینبؑ دلگیر کیا ضرور
پھر مجھ سے چھین لیں گے ابھی بانیِ غرور
اس کے سوا ہے دھیان شہ مشرقین کا
لاشہ پڑا ہے دھوپ میں بھائی حسینؑ کا

بانو کی شکل آج تو اے خوشخصال دیکھ
شیریں ذرا یتیم سکینہ کا حال دیکھ
یہ رسن یہ قید دیکھ، یہ رنج و ملال دیکھ
ہیں آج تک کبود طمانچوں سے گال دیکھ
حلقہ رسن کا ہنسلیوں کی جا گلے میں ہے
بھائی کے سامنے سے یہ کرتا گلے میں ہے

شیریں نے عرض کی مہ انور کہاں گئے
کہیئے حضور آپ کے دلبر کہاں گئے
فرمائیے شبیہ پیمبر کہاں گئے
عباس نامدار دلاور کہاں گئے
ہے ہے یہ کیا ہوا کوئی رشک قمر نہیں
حضرت کے حال کی انھیں شاید خبر نہیں

زینب نے دی صدا رہِ حق میں فدا ہوئے — وارث تمام راہی ملکِ بقا ہوئے
عباس بھی نثارِ شہِ کربلا ہوئے — برچھی سے قتل اکبرِ گلگوں قبا ہوئے
ان سب کے غم سے شاہ کو جینا محال تھا
شیریں میں کیا کہوں جو برادر کا حال تھا

تلواریں چل رہی تھیں توقف ذرا نہ تھا — غش میں پڑے ہوئے تھے کوئی آشنا نہ تھا
بستر سوائے دامنِ خاکِ شفا نہ تھا — ہوتے تھے ذبح پاس کوئی دلربا نہ تھا
اک تشنہ لب کو پکارا کیئے حسینؑ
لے لے کے نام سب کو پکارا کیئے حسینؑ

شیریں نے جب سنی یہ مصیبت اُڑائی خاک — پھر آئی سوئے حضرتِ بانوئے دردناک
جھک کے کیا سلام ہوا قلب چاک چاک — کی عرض ہاتھ جوڑ کے سب تو ہوئے ہلاک
کہیئے حضور دلبرِ شبیرؑ کیا ہوئے
خالی ہے گود اصغرِ بےشیر کیا ہوئے

بانو پکاریں تیرِ ستم کھا کے مر گئے — اپنے پدر کی گود میں تھرا کے مر گئے
ٹپکا گلے سے خون تو گھبرا کے مر گئے — جنگل میں سامنے شہ والا کے مر گئے
پھول اُنکی قبر پر بھی چڑھانے نہ پائے ہم
چھینا اجل نے دودھ بڑھانے نہ پائے ہم

کیا کیا ستم ہوئے چھ مہینے کی جان پر — اس دم ہوئے ہیں ذبح کہ تھی ٹھیک دوپہر
آتے ہیں یاد سنتی ہوں پانی کا نام اگر — وہ چاند میری آنکھوں میں پھرتے ہیں رات بھر
کیا ہاتھ پاؤں مارتے ہوں گے مزار میں
اصغر مجھے پکارتے ہوں گے مزار میں

شیریں دلہن میں شاہ کو تیرا خیال تھا ہوتے تھے گر تیری مصیبت کے بار ہا
کہتے تھے وقت کم ہے مجھے کام ہے سوا کیا تجھ پہ غضب ہے۔ وعدہ نہ ہو وفا

پہلے ادائے وعدۂ ربِّ غفور ہے
شیریں کے گھر میں پھر ہمیں جانا ضرور ہے

شاید ابھی نہیں نظر آیا سرِ حسینؑ تو دیکھ تو لہو میں تر آیا سرِ حسینؑ
تیرے گھر اے خجستہ سر آیا سرِ حسینؑ کیا راہ چھوڑ کے اِدھر آیا سرِ حسینؑ

بولی کدھر سرِ شہِ گردوں اساس ہے
زینبؑ نے دی صدا مرے ناقے کے پاس ہے

دیکھا سرِ شانِ سرِ شاہنشہِ انام سر کے قریب آئی کھلے سر وہ نیک نام
دل تھام کے کیا سرِ شبیرؑ کو سلام چلائی میں فدا ملک دحور کے امام

لیلوں بلائیں فاطمہؑ کے ماہ آئیے
لونڈی کی گود میں شہِ ذیجاہ آئیے

کس درجہ لطفِ سرورِ گردوں حشم ہوا اس کی طرف رُخِ سرِ شاہ اُمم ہوا
حیراں تمام لشکرِ اہلِ ستم ہوا ناگاہ نیزۂ سرِ شبیرؑ خم ہوا

نیچا ہوا جو شمس اندھیرا سا چھا گیا
شیریں کی گود میں سرِ شبیرؑ آگیا

آواز دی تڑپ کے سکینہ نے ایک بار شیریں حسینؑ کے سرِ انور سے ہوشیار
لے آ ذرا ادھر تو کروں میں پدر کو پیار لعل و گہر نبیؐ نے اسی پر کیے نثار

اس سر کی جا سدا رہی دادا کی گود میں
یہ سر رہا ہے فاطمہ زہراؑ کی گود میں

شیریں کی سر سے تھی یہی گفتار میں نثار
لے کربلائیں کہتی تھی ہر بار میں نثار
میرے حسینؑ صادق الاقرار میں نثار
گل سی جبیں ہے تیروں سے افگار میں نثار
سامان دعوت اے شہ ذیشاں میں کیا کروں
یہ کیا ستم ہوا مرے مہماں میں کیا کروں

ہے ہے لہو سے بھر گئے ابرو حضور کے
چوب سناں سے بند ہوئے گیسو حضور کے
دیکھے نہ میں نے ساعد و بازو حضور کے
سنتی ہوں ٹکڑے ہو گئے پہلو حضور کے
خنجر سے ذبح آپ کو اے تشنہ لب کیا
سینے پہ آہ پاؤں دھرا کیا غضب کیا

اب کس کا مونہ دھلاؤں گی اے قدرداں حسینؑ
میرے امامؑ ہادیِ کون و مکاں حسینؑ
شیریں سے باتیں کیجیے شیریں بیاں حسینؑ
ہے ہے کٹیں گلے کی رگیں میہماں حسینؑ
جنگل میں آپ مر گئے آقا یہ کیا ہوا
سر نے کہا کہ شکر ہے وعدہ وفا ہوا

جو مرضیِ خدا، مجھے اپنا نہیں خیال
شیریں! اگر اسیریِ زینبؑ کا ہو ملال
رسی سے دونوں ہاتھ بندھے ہیں کھلے ہیں بال
ہے غیر میری چاہنے والی بہن کا حال
شیریں! مجھے نہ چین ملے گا کسی طرح
پیش یزید جائے گی زینب اسی طرح

ماتم کیا سنے جو سرِ شہ سے یہ سخن
زینب پکاریں بھائی فدا آپ پہ بہن
روئے سروں کو پیٹ کے سب قیدیِ رسن
بس عشقؔ اب خموش کہ ہے کثرتِ محن
مشہور یہ بھی ہے کہ جہاں سے گذر گئی
شیریں لئے ہوئے سرِ شبیرؑ مر گئی

۷۸۶

چھٹا مرثیہ

درحال حضرت زینب سلام اللہ علیہا

۳۷
بند

برباد الٰہی نہ کوئی پردہ نشیں ہو — بے مقنع و چادر نہ کوئی زار و حزیں ہو
پردیس میں ویراں نہ کوئی صاحب دیں ہو — تر خون برادر سے کسی کی نہ جبیں ہو
زینبؑ سی جو آوارہ وطن ہو وہی جانے
جس بی بی کے بازو میں رسن ہو وہی جانے

دنیا میں ہوئی ہیں کئی خاتونِ معظم — حوّا و خدیجہ کی طرح سارہ و مریم
کب فاطمہؑ سی ہے کوئی مخدومۂ عالم — زینبؑ بھی بزرگی میں نہیں انسے کبھی کم
تعریف کرے کیا کوئی عالی نسبی کی
بیٹی ہیں علیؑ کی تو نواسی ہیں نبیؐ کی

کب انسے کوئی عصمت و عفت میں سوا ہے — زہرا کی طرح نذر ہو انکی تو بجا ہے
ہاں نام پہ ان کے کوئی عورت جو فدا ہے — ہے فضل خدا خوفِ قیامت اُسے کیا ہے
زہرا کی طرح حشر میں کام آئیں گی زینبؑ
ساتھ اپنے اُسے خلد میں لیجائیں گی زینبؑ

اللہ ری تاثیرِ غم و حسرت و آلام زینبؑ کسی عورت کا جہاں میں ہوا گر نام
درپیش رہے تازہ مصیبت سحر و شام سب لوگ کہیں دیکھ کے بے راحت و آرام
کثرت رہی اس وجہ سے اندوہ و محن کی
ہمنام ہے یہ زینب آوارہ وطن کی

پیدا ہوئیں جس روز سے زینبؑ جگر افگار ہر وقت رہیں طرفہ مصیبت میں گرفتار
بڑھتے ہی گئے سن کی طرح رنج بھی ہر بار دل پر جو یہ صدمے ہوں تو بن جائے شبِ تار
دنیا میں کسی نے نہ اُٹھائے الم ایسے
پانی ہو دلِ کوہ، سہے گر یہ ستم ایسے

جنت کو ہوئے احمدِ مختار جو راہی ماتم کیا نانا کا مٹی شوکتِ شاہی
پھر اُٹھ گئیں دنیا سے بتولؑ آئی تباہی بیتاب رہیں شام و سحر صورتِ ماہی
تھے بین دمِ نالہ و افغاں ہمیں چھوڑا
رونے کے لئے آپ نے اماں ہمیں چھوڑا

فارغ نہ ہوئی تھیں ابھی مادر کے الم سے جو قتل ہوئے شیرِ خدا تیغِ ستم سے
بیتاب ہوئیں فرقتِ سلطانِ امم سے کہتی تھیں یہ اندوہ اب اُٹھے گا نہ ہم سے
اماں بھی چھٹیں جانبِ کوثر گئے بابا
کوئی نہ بزرگوں میں رہا مر گئے بابا

پوشاکِ عزا تھی ابھی زینبؑ کے بدن میں افسوس گرفتار ہوئیں اور محن میں
دیکھا جگرِ سیّد مسموم لگن میں سر خاک سے آلودہ رہا رنجِ حسنؑ میں
راتوں کو غرض کچھ انھیں سونے سے نہیں تھی
زینبؑ کو فراغت کبھی رونے سے نہیں تھی

افزوں تھی حسینؑ ابن علیؑ سے جو محبت — باقی تھی فقط ایک یہی زیست کی صورت
رونے سے بزرگوں کے ہوئی جب کبھی فرصت — بہلا دلِ ناشاد جو کی بھائی کی خدمت
پیراہنِ سبطِ شہِ لولاک بدلنا
کنگھی کبھی کرنا کبھی پوشاک بدلنا

افسوس فلک ٹوٹ پڑا چین نہ پایا — شہ سے بھی وطن خوبیِ قسمت نے چھڑایا
صحرائے بلا میں پسرِ فاطمہؑ آیا — اعدا نے دل و جانِ محمدؐ کو ستایا
دریا سے ہٹا خیمہ ولی ابن ولی کا
ساماں ہوا قتلِ حسینؑ ابن علیؑ کا

دسویں کو خزاں گلشنِ شبیر میں آئی — تا ظہر ہوئی شاہ کے گلشن کی تباہی
مارا گیا عباسؑ علمدار سا بھائی — میداں میں شہادت علی اکبرؑ نے بھی پائی
تنہا تھے حسینؑ ابن علی دشتِ بلا تھا
بس شمر کی تلوار تھی سیّد کا گلا تھا

آیا جو نظر حالِ شہنشاہِ خوش اقبال — سب بیبیاں خیمے سے چلیں کھولے ہوئے بال
وارث کے جو نزدیک گئیں مضطرب الحال — زینبؑ نے کہا ہائے غضب فاطمہؑ کے لال
شیدائے شہِ جنّ و بشر پیٹ رہی تھیں
گردِ پسرِ فاطمہؑ سر پیٹ رہی تھیں

غش تھے جو تہِ زانوئے قاتل شہِ ابرار — بس تابِ نظر لا نہ سکیں زینبؑ ناچار
منہ پیٹ لیا بھائی سے لپٹیں وہ دل افگار — کی شمر سے یہ زینبؑ ناشاد نے گفتار
سر کاٹ نہ اس حال میں خالق کے ولی کا
زہرا کا یہ فرزند ہے پیارا ہے علیؑ کا

للہ اسے چھوڑ دے اے شمرِ ستمگر　　ہے دلبرِ زہراؑ کا گلا رشکِ گلِ تر
خنجر کو گلے پر سے ہٹا بہرِ پیمبرؐ　　سیدانیاں لیں بوسۂ حلقِ شہِ صفدر
دیکھیں تو ذرا اپنے فدائی کے گلے کو
چومے گی بہن پیار سے بھائی کے گلے کو

مہلت ہمیں دے اسقدر اے ظلم کے بانی　　ٹپکائیں گلوئے شہِ ابرار میں پانی
ہوتی ہے دمِ ذبح غضب تشنہ دہانی　　دنیا میں یہ ہے تیرے پیمبرؐ کی نشانی
بھوکا نہیں ایسا کوئی پیاسا نہیں کوئی
اب اور محمدؐ کا نواسا نہیں کوئی

سینے سے اتر خدمتِ آخر کو سب آئیں　　سیدانیاں رو کے رہیں اس وقت رہائیں
ہے دھوپ بہت سایہ میں زخمی کو بٹھائیں　　لیں خونِ جبیں پونچھ کے چہرے کی بلائیں
اعضا ہیں جدا تیغوں سے شاہِ شہداؑ کے
باندھیں تنِ پُرنور کے ٹکڑوں کو ملا کے

مشہور ہے جو رحم کرے اس کا بھلا ہو　　اے شمر مسافر کو نہ تکلیف ذرا ہو
سر جسم سے وارث کا ہمارے نہ جدا ہو　　سب مَوت کے سامان ہیں کیا جلدی کیا ہو
کیوں ذبح پہ آمادہ ہے انصاف کی جا ہے
تو دیکھ تو یہ آپ ہی دم توڑ رہا ہے

اے شمرِ لعیں چھوڑ دے شیدائے خدا کو　　ہم خیمے سے لائیں پسرِ شاہِ ہُدا کو
دیکھے دمِ آخر وہ گرفتارِ بلا کو　　سینے سے لگائے شہِ خورشید لقا کو
مہمان ہیں مہمان ہیں رحلت کی گھڑی ہے
جو دل میں ہو کہہ لیں کہ وصیت کی گھڑی ہے

کچھ شمرِ لعیں نے نہ سنی درد کی تقریر کاٹا کیا بے رحم گلوئے شہِ دلگیر
شہزادیاں تھامے ہوئے تھیں بازوئے شبیرؑ سب کھینچتی تھیں اپنی طرف شمر کی شمشیر
بہتا تھا لہو حلق سے گھبراتی تھیں زینبؑ
تلوار سے ہر بار لپٹ جاتی تھیں زینبؑ

تن سے جو کٹا حلق شہنشاہ خطاپوش زینبؑ نے یہ پیٹا سر و سینہ ہوئیں بیہوش
تھے حشر کے سامان وہ رقت کا ہوا جوش ڈوبے ہوئے تھے خون میں حضرت کے بر و دوش
سر لے کے تن شاہ خوش اقبال کو چھوڑا
بے دفن و کفن فاطمہؑ کے لال کو چھوڑا

غل رن میں ہوا حضرتِ شبیرؑ کو مارا اور آگ لگی خانۂ زہراؑ میں دوبارا
چھینا کیئے بیوؤں کی ردائیں ستم آرا بیرحم نے دُرِ گوش سکینہ سے اُتارا
گلرنگ ہوئے زینبؑ ذیجاہ کے بازو
رسّی سے بندھے بنت یداللہ کے بازو

تھا نوک سناں پر سر شاہنشہ والا سیدانیوں کو لوٹ کے راہی ہوئے اعدا
تھی برہنہ سر آلِ شہ یثرب و بطحا بالوں کی نقابیں تھیں فقط تھا یہی پردا
تھے نیزۂ فرقِ شہدا سب کے، برابر
تھا بھائی کا سر ناقۂ زینبؑ کے برابر

جانکاہ ہے زینبؑ کی مصیبت کا فسانا دربار یزید ستم ایجاد میں جانا
پھر چھوٹ کے اُس خانۂ برباد میں آنا گذرا تھا اسے بھی ابھی ایسا نہ زمانا
کچھ کم نہ غم شاہِ خوش اقبال ہوئے تھے
قتل شہ مظلوم کو دو سال ہوئے تھے

بدزن جو ہوا آہ یزیدِ ستم ایجاد کیا قہر ہے پھر قید ہوئے عابدِ ناشاد
پھر زیورِ آہن انھیں پہنا گئے حداد تا چار سوئے شام سے چلے حضرت سجّادؑ

رنج شہ والا میں گرفتار تھیں زینبؑ
لکھا ہے کہ اس عہد میں بیمار تھیں زینبؑ

جسدم یہ خبر پاگئیں وا حسرت و دردا سجادِ حزیں قید ہوئے جاتے ہیں تنہا
اس مرتبہ روئیں کہ نہ تھا زیست کا نقشا کہتی تھیں نہ چھوڑونگی میں عابد کو اکیلا

تیرِ غم و حسرت کا نشانہ ہوئیں زینبؑ
فضہ کو لیا ساتھ روانہ ہوئیں زینبؑ

رستہ میں بھتیجے سے ملیں زینبؑ ناچار پہونچیں مع سجادؑ کسی دشت میں یکبار
اُس روز رہے شب کو وہیں عابدِ بیمار مونہ ڈھانپ کے روئیں جو ہوئے صبح کے آثار

عابد سے کہا خواب میں آج آئے تھے بھائی
تشریف ہمیں دیکھنے کو لائے تھے بھائی

کہتے تھے چلو ساتھ ہمارے بہن آؤ آخر ہوئی اب شدتِ رنج و محن آؤ
ہم آئے ہیں لینے کو اسیرِ رسن آؤ اے خواہرِ مغموم غریب الوطن آؤ

آج آؤ گی فردوس میں ہر غم سے چھٹو گی
ہم تم سے جدا ہوں گے نہ تم ہم سے چھٹو گی

ہے شوقِ ملاقاتِ شہ صابر و شاکر اس گلشنِ ایجاد میں ہوں آج مسافر
اے قیدیٔ بیمار خدا حافظ و ناصر فضہ سے کہا میری ہے یہ خدمت آخر

اس دشت میں اُلفت ہے مجھے ایک شجر سے
خوشبو میں زیادہ ہے وہ مشک و گلِ تر سے

اس دشت میں جب لائے تھے اعدا سرِ سرور — ٹھہرے تھے اسی نخل کے نزدیک ستمگر
رکھی تھی سنانِ سرِ شہ اُس کے برابر — شاخیں ہوئی تھیں خونِ گلِ فاطمہ سے تر
جا دیکھ تو اس دشت میں وہ نخل کدھر ہے
اب اُس سے بھی مل لوں کہ سوئے خلد سفر ہے

فضہ گئی صحرا میں تفحص کیا ہر سو — دیکھا جو درخت اُسنے تو جاری ہوئے آنسو
زینبؑ کو وہاں لی گئی وہ بیکس و خوشخو — اُس نخل سے بس آئی گلِ فاطمہؑ کی بو
جی یادِ سرِ شاہ میں کھوتی رہیں زینبؑ
اُس نخل سے لپٹی ہوئی روتی رہیں زینبؑ

چلائیں عجب درد سے ہی ہی شہ ذیشاں — باغ ایک جو تھا متصل زینبؑ نالاں
تھا اُس میں زبیر ابن تمیم آیتِ ایماں — کہتے ہیں وہی تھا چمن آرائے گلستاں
بدعت میں خلش میں وہ سوا خار سے نکلا
رونے کی صدا سنتے ہی گلزار سے نکلا

دستِ ستم ایجاد میں تھے آہنی اوزار — آگاہ ہوا نیت علی سے جو ستمگار
وہ ظلم کیا اُسنے ہلا گنبدِ دوار — صدمے سے جھکی خواہرِ شاہنشہ ابرار
تھرائے فلک آئیں جو تیورا کے زمیں پر
تھا غل کہ گریں فاطمہؑ غش کھا کے زمیں پر

بس بہرِ ملاقاتِ برادر گئیں زینبؑ — زیرِ شجرِ تمر قضا کر گئیں زینبؑ
روتے رہے عابدؑ سوئے کوثر گئیں زینبؑ — جنگل میں برادر کی طرح مر گئیں زینبؑ
فضہ نے کہا پیٹ کے فریاد خدا کی
لو احمدِ مرسل کی نواسی نے قضا کی

سجادؑ کا تھا حال غم و رنج سے تغییر تھا صاحب اعجاز جو وہ صاحب توقیر
گردن سے ہوا طوق جدا پاؤں سے زنجیر کی صورتِ دفن و کفن خواہر شبیرؑ
آفت سے چھٹیں زینت تربت ہوئیں زینبؑ
بھائی سے لیں داخل جنت ہوئیں زینبؑ

تیار ہوئی دختر زہراؑ کی جو تربت عابدؑ نے کیا کوچ ہوئے قبر سے رخصت
جس وقت چلے سوئے وطن مہر امامت فضہ کو نہ تھا ہوش یہ تھی شدّت رقّت
ہر چند سبھی کہتے رہے منّت و کد سے
فضہ نہ ہٹی حضرت زینبؑ کی لحد سے

وہ قبر وہ صحرا وہیں رہنا وہیں سونا ہر شب کو بکا صبح کو منہ اشکوں سے دھونا
طاعت کبھی تربت کے تصدّق کبھی ہونا کرنا کبھی جاروب کشی بیٹھ کے رونا
کہتے ہیں اسے عشق پس مرگ وہیں ہے
فضہ کی لحد مرقدِ زینبؑ کے قریں ہے

بس عشق کہ اب ضبط فغاں ہو نہیں سکتا زینبؑ کی شہادت کا بیاں ہو نہیں سکتا
یہ حالِ غم اندوہ عیاں ہو نہیں سکتا اندوہ سے خامہ بھی رواں ہو نہیں سکتا
شبیرؑ سے کہہ شیفتۂ رب کا تصدّق
تائید کرو حضرتِ زینبؑ کا تصدّق

۷۸۶

ساتواں مرثیہ

درحال روز عاشورہ

بند ۲۸

مطلع

اہل عزا میں حشر کا سامان آج ہے　　جس گھر کو دیکھئے وہ پریشان آج ہے
آباد جو جگہ تھی وہ سنسان آج ہے　　سب کا قلق سے چاک گریبان آج ہے
کیسا ہی آب سرد ہو پینا محال ہے
پیاسا جناب ساقی کوثر کا لال ہے

نرغے میں آج فاطمہ زہرا کا ماہ ہے　　روتی ہے خلق گلشن عالم تباہ ہے
آل نبی کی آنکھوں میں دنیا سیاہ ہے　　جنبش میں آج مرقد شیر الٰہ ہے
سدرہ پر آج روح امین جان کھوئیں گے
طوبا کو دیکھ کے ملک الموت روئیں گے

سیدانیوں سے شاہ کی رخصت کا وقت ہے　　پردیسیوں میں طرفہ مصیبت کا وقت ہے
نزدیک اب حسینؑ کی رحلت کا وقت ہے　　ہوتے ہیں شہ وداع قیامت کا وقت ہے
تیغ و سپر لگاتے ہیں مرنے کے واسطے
غل ہے حسینؑ جاتے ہیں مرنے کے واسطے

اڑتی ہے خاک، سینۂ شبیرؑ ہے اداس
غل ہے کہ میہماں ہیں سلطان حق شناس
سب ننگے سر کھڑے ہوئے ہیں شاہ دیں کے پاس
فرما رہے ہیں سید والا کلام یاس
کس سے سفارش آج سوائے خدا کروں
سر پر اجل کھڑی ہے کدھر جاؤں کیا کروں

ہے بانوئے حزیں کا بیاں اب نہ آؤ گے
جاتے ہو کیوں امام زماں اب نہ آؤ گے
صاحب سدھارتے ہو کہاں اب نہ آؤ گے
کیا قصد ہے بتاؤ یہاں اب نہ آؤ گے
زینب بھی بال کھولے ہوئے شہ کے ساتھ ہیں
پٹکا ہے شہ کا اور سکینہ کے ہاتھ ہیں

سر پر سے سر اتارتی ہے کوئی بیقرار
پھرتی ہے گرد زوجۂ عباسِ نامدار
لپٹی ہوئی ہے پاؤں سے کلثوم دلفگار
فضہ بلائیں لے کے یہ کہتی ہے بار بار
فرمائے حفظ خالقِ باری حضور کی
ہے ہے یہ آخری ہے سواری حضور کی

عابد کھڑے ہیں سامنے ٹیکے ہوئے عصا
بازوئے شاہ تھامے ہوئے پڑھتے ہیں دعا
کچھ لڑکیاں ہیں پکڑے ہوئے دامن قبا
آنسو بہاؤ یا تمیو حشر ہے بپا
مرنے کو خیمہ سے شہ عالم نکلتے ہیں
صدمے سے شاہزادیوں کے دم نکلتے ہیں

تم سب سے اب حسینؑ کی رخصت کا وقت ہے
زہراؑ کے نور عین کی رخصت کا وقت ہے
سلطان مشرقین کی رخصت کا وقت ہے
سب کے دلوں سے چین کی رخصت کا وقت ہے
اشکوں کی نذر چاہئے پیاسے کے واسطے
روتے ہیں خود رسولؐ نواسے کے واسطے

اے عاشقانِ سبطِ پیمبر بکا کرو
بہرِ غریب و بیکس و مضطر بکا کرو
لے لے کے نام کشتۂ خنجر بکا کرو
یکسر اڑاؤ خاک سروں پہ بکا کرو
یہ دن ہے رخصت شہِ عالی مقام کا
ماتم کرو حسین علیہ السلام کا

یہ روز روزِ حشر سے ہرگز نہیں ہے کم
ہوگی اُداس بزمِ عزائے شہِ امم
منبر کہاں ضریح کہاں پھر کہاں علم
رونے کو اب تمہیں نہ یہاں آؤگے نہ ہم
بس یہ اخیر مجلسِ شاہِ انام ہے
مہماں ہیں حسینؑ محرم تمام ہے

فصلِ خزاں ہے بلبلِ دل ہے ملول آج
مرجھا گئے ہیں باغِ محمدؐ کے پھول آج
روتی ہیں عورتوں میں جنابِ بتول آج
مردوں میں نوحہ گر ہیں علی و رسولؐ آج
جی بھر کے رو لو صاحبو اب جائینگے حسینؑ
پھر سال بھر کے بعد کہیں آئیں گے حسینؑ

گر موت آگئی تو یہ سامانِ غم کہاں
پھر ماتمِ حسین کہاں اور ہم کہاں
بزمِ عزائے سیدِ الامم کہاں
عاشور کو یہ آہ و فغاں دمبدم کہاں
اٹھینگے شہ کے تعزیے ملک و دیار میں
تڑپے گی روح بہرِ زیارت مزار میں

شاہوں نے آج چھوڑ دیے اپنے تاج و تخت
باغوں میں خاک اڑتی ہے پژمردہ ہیں درخت
پانی ہوئے ہیں شاہ کے ماتم میں سنگِ سخت
پریاں ہیں سوگوار جنوں کے سیاہ رخت
ہر ایک جا ظہورِ غم و رنج و یاس ہے
کعبہ سیاہ پوش مدینہ اداس ہے

اہل شباب کو علی اکبرؑ کا رنج ہے بچوں کو تشنہ کامی اصغرؑ کا رنج ہے
سب لڑکیوں کو شاہ کی دختر کا رنج ہے سب عورتوں کو زینب مضطر کا رنج ہے
جتنے جری ہیں خلق میں جان آج کھوئینگے
لے لے کے نام حضرت عباسؑ روئینگے

یہ دن وہ ہے کہ قتل ہوئے سرورِ زمن بلوے میں بے ردا ہوئی شبیرؑ کی بہن
ڈوبا لہو میں آج سکینہ کا پیرہن شہزادیوں کے شانوں میں باندھی گئی رسن
سرتاجِ کائنات کا سر تن سے کٹ گیا
یہ دن وہ ہے کہ دفترِ عالم الٹ گیا

سوچو تو کربلائے معلیٰ کا آج حال لٹ گئی جناب رسول خدا کی آل
آج آفتاب فاطمہ پر آگیا زوال سرور کی لاش ہوگئی گھوڑوں سے پائمال
آج اوٹھ گئے امام دو عالم جہان سے
برسا ہے خون آج کے دن آسمان سے

یہ دن وہ ہے کہ قید ہوئے زار و ناتواں شکل کشا کے پوتے کو پہنائیں بیڑیاں
کاٹا سرِ حسین کیا زینت سناں لوٹا لباسِ لاشۂ پر خونِ میہماں
خیمہ جلا دیا شہ عالی جناب کا
لوٹا تبرکات رسالت مآب کا

مدفون ہوئے نہ شاہ زمن وامصیبتا ممکن ہوا نہ غسل و کفن وامصیبتا
بھائی کو رو سکی نہ بہن وامصیبتا کیسے اٹھائے رنج و محن وامصیبتا
غم آج تک ہے خلق میں تازہ حسینؑ کا
اٹھا نہ کربلا میں جنازہ حسینؑ کا

دنیا میں ہے یہ رسم جو آقا کرے قضا سارے غلام اس کے بنیں صاحبِ عزا
یہ غور کا مقام ہے انصاف کی ہے جا آقا بھی کون سبطِ نبی شاہِ کربلا
کیا کیا گناہگاروں پہ احسان کر گئے
بخشش کا ہم غلاموں کی سامان کر گئے

یوں رو آج دلبرِ زہرا کے واسطے جیسے غلام روتے ہیں آقا کے واسطے
بیٹو سروں کو سیدِ والا کے واسطے ارض و سما بھی روتے ہیں تنہا کے واسطے
آواز آ رہی ہے عجب شور و شین کی
ہے دھوم ہر مکان میں ہے ہے حسینؑ کی

ٹکرا کے سر کہو شہ ابرار الوداع اے نورِ عین احمد مختار الوداع
سید غریب بیکس و بے یار الوداع مظلوم الوداع دلِ افگار الوداع
صدقے غلام آپ پر اے مہ لقا حسینؑ
اچھا سدھاریے طرف کربلا حسینؑ

جی بھر کے رو حضرت شبیر شریک ہیں ماتم کرو کہ حمزہ و جعفر شریک ہیں
سر پیٹتے ہیں حیدر صفدر شریک ہیں پرسا تو دو جناب پیمبر شریک ہیں
آنسو تھالیے پونچھتی جاتی ہیں فاطمہؑ
تم سب کے ساتھ خاک اڑاتی ہیں فاطمہؑ

کی ہے خدا نے دولت و حشمت جنھیں عطا کس دھوم سے وہ آج اٹھاتے ہیں تعزیا
ہوتے ہیں آپ ساتھ کھلے سر برہنہ پا ہمراہ سب رفیق و عزیز اور آشنا
نکلے جدھر سے تعزیے رستہ وہ بس گیا
سب تھم کے روئے موتیوں کا منہ برس گیا

کس حسن سے سجا ہوا ایک اسپِ خوشخرام تصویر ذوالجناح شہنشاہِ تشنہ کام
سارے بدن میں تیر ہیں لٹکی ہوئی لجام سر پر اڑاؤ خاک نقیبوں کا ہے کلام
کیونکر پھرے نہ آنکھوں میں سامانِ کربلا
خالی ہے آج مرکب سلطانِ کربلا

سر پر ہے شامیانۂ زریں گہر نگار خادم لگائے چتر مرصع زہے وقار
دستار و گوشوارہ و کلگی سے آشکار اس کا سوار دوش محمدؐ کا تھا سوار
ڈوبی ہوئی لہو میں رکابیں بھی یال بھی
تلوار بھی لگی ہوئی شاہانہ ڈھال بھی

باجا جلوس حضرت عباسؑ کا علم سارے رئیس پیشِ ضریحِ شہ امم
ماتم کا شور مرثیہ ہونا قدم قدم کہنا تمام دیکھنے والوں کا دمبدم
یارا نہیں ہے نالہ و فریاد و آہ کا
ہے بھائیو جنازہ کسی بادشاہ کا

پھر دفن کر کے تعزیہ آنا وہ حزن و یاس سہرے کے پھول فرش پریشان گھر اداس
وہ دیکھنا بڑھے ہوئے علموں کا جا کے پاس وقت زوال یاد شہیدوں کی بھوک پیاس
کھانا جب آیا سامنے بس اشک ڈھل پڑے
پانی پیا تو آنکھوں سے آنسو نکل پڑے

بس عشق بس خموش قیامت ہوئی بپا کچھ مجھ کو احتیاج نہیں شکر کی ہے جا
جیتے رہیں رئیس جو ہیں صاحب عزا پر ہے ضرور خالق اکبر سے یہ دعا
جو قدردان ذاکر سبط رسول ہوں
یارب سب ان کے دل کی مرادیں حصول ہوں

انجمن محافظ اردو (لکھنؤ) کے ادبی خدمات

پہلی خدمت

دور شاعری - عمدۃ الحمن حضرت مہذب لکھنوی کی اپنی نوعیت میں سب سے پہلی کتاب ہے جس میں اردو زبان کی خاص غلطیاں مع تصحیح ناولانہ رنگ میں پیش کرکے اس کو انتہائی دلچسپ بنانے کی کوشش کی گئی ہے شعر و سخن کے محاسن و معائب بھی دلکش پیرائے میں بیان کیے گئے ہیں اس کتاب کے مطالعے کے بعد شعر ہیں فہمی اور تقریر و تحریر میں زبان کی غلطی کا ایک بڑی حد تک امکان نہیں رہتا

قیمت مجلّد صہ، غیر مجلّد للعہ،

دوسری خدمت

دورِ تعشق - اس کتاب میں ناخدائے سخن تعشق مرحوم کا مختصر دیوان، چند غیر مطبوعہ غزلیات و قصائد اور ایک غیر مطبوعہ مرثیہ مشتمل بر حال حضرت سید الشہدا علیہ السلام شامل ہیں۔ اسکے علاوہ اردو کا ایک لغت، مرحوم کا بلاک اور ان کے سوانح حیات بھی چھاپے گئے ہیں جناب مونس و بزم تلامذہ کے تقریباً ۴۴ بند بھی ہیں جن میں معائب شعر نظم ہیں۔ قابل دید کتاب ہے قیمت مجلّد عہ غیر مجلّد عہ

معراج سخن

[illegible] انس و دبیر، مرثیہ گوئے بے نظیر جناب سید سرفراز حسین صاحب رضوی خبیر لکھنوی کا قابل دید مسدس مشتمل بہ مضامین حمد و نعت و منقبت و مصائب حضرت سید الشہدا علیہ السلام (مع سلام اور رباعیات) قیمت صرف ایک روپیہ (عہ)
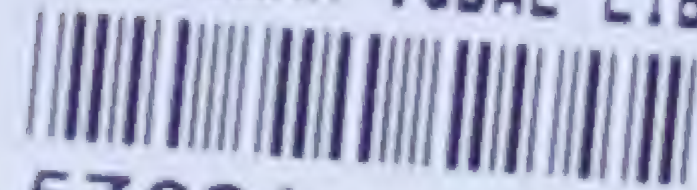
انجمن محافظ اردو کے ماہانہ سلسلہ اشاعت کی

پہلی کڑی

افکار تعشق. فرزدق ہند جناب تعشق کے چھ غیر مطبوعہ مرثیوں کا مجموعہ جو ادب دوست حضرات کے مطالعہ سے ہرگز محروم رہنے کے قابل نہیں قیمت صرف دو روپیہ

دوسری کڑی

گلزار رشید۔ حضرت رشید مرحوم کے چھ منتخب مرثیے جو اس سے قبل نہیں چھپے تھے مرحوم کے بلاک کے ساتھ، نہایت صحت کرکے چھاپے گئے ہیں ہر مرثیہ بےنظیر ہے قیمت صرف عہ

تیسری کڑی

وقار انیس۔ حضرت انیس رح کے مطبوعہ و غیر مطبوعہ چھ مرثیے مع سلام و رباعیات مصنف کے بلاک کے ساتھ شایع کیے گئے ہیں جو ہر حیثیت سے قابل دید ہیں۔ قیمت صرف دو روپیہ

چوتھی کڑی

اشعار دبیر۔ حضرت دبیر رح کے مطبوعہ و غیر مطبوعہ سات مرثیوں کی جلد جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ قیمت صرف دو روپیہ

پانچویں کڑی

معیار کامل۔ مولوی علی میاں صاحب کامل کے سات غیر مطبوعہ مرثیوں کی جلد جو اپنی نظیر آپ ہی ہے اور صاحبان اشتیاق کے ایک طویل انتظار کے بعد شایع کی جاری ہے ضرور ملاحظہ فرمائیے۔ قیمت صرف دو روپیے

چھٹی کڑی

ارسخن۔ جاوید، جدید دانش، مولوی برکت اللہ صاحب رضا مولانا سبط حسن صاحب ...ر، مشاق کے منتخب غزلیات کا مجموعہ جو ہر خوش مذاق شاعر کے کلام کی آئینہ ہے قیمت صرف دو روپیے

ساتویں کڑی

بہارِ مؤدب۔ سعدی ہند مداح اہلبیت جناب سید عسکری میرزا صاحب مؤدب لکھنوی مدظلہ کے چھ منتخب اور قابل دید غیر مطبوعہ مرثیوں کی جلد جس میں عشق و معشوق و رشید کی زبان اور ان حضرات کے کلام کا لطف کما حقہ پایا جاتا ہے۔ قیمت دو روپیہ

آٹھویں کڑی

اذکارِ محزن۔ سلطان عالم واجد علی شاہ۔ حمید لکھنوی۔ چھنگا صاحب حسین۔ لڈن صاحب خورشید۔ قاری یعقوب علیخاں نصرت۔ نواب سردار صاحب سردار۔ میر علی محمد صاحب عارف لکھنوی کے مرثیوں کا مجموعہ جو ہر حیثیت سے ادبی دنیا میں ایک قابل قدر اضافہ ہے۔ قیمت صرف دو روپیہ

نویں کڑی

آثارِ عشق جناب سید حسین میرزا صاحب عشق مرحوم کے دو غیر مطبوعہ اور پانچ مطبوعہ مرثیوں کی جلد جسکا ہر مرثیہ قابل دید ہے اور عشق مرحوم کے خصوصیات کلام کا آئینہ دار، یہ ذخیرہ بھی ادب دوست حضرات کے مطالعہ کے قابل اور کتب خانوں کی زینت ہونے کے لائق ہے۔ قیمت صرف دو روپیہ

رباعیات دبیر

مرزا دبیر مرحوم کی تقریباً دو سو رباعیاں، مصنف کی تصویر نیز مختصر سوانح حیات کے ساتھ جناب نجیب لکھنوی دام فیوضہم نے نہایت محنت و جانفشانی سے مرتب کر کے چھپوائی ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ رباعی نگاری کے متعلق ایک مقدمہ بھی شامل کیا گیا ہے۔ مجموعی حیثیت سے یہ مجموعہ ضرور قابل دید ہے۔ قیمت ایک روپیہ